ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

2 جمادی الثانی 1441ھ | فروری 2020ء

عزم و ہمت اور صبر و استقامت کے

90 سال

”حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسجد نبوی میں کسی صحابی (کے گھر) کا ذاتی دروازہ یا طاقچہ باقی نہ رکھا جائے سوائے ابوبکر کے دروازے کے۔“ (صحیح مسلم)

- بدترین اور ناکام ترین حکومت
- مجلس احرار اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس اور فیصلے
- مناقبِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ......احادیث کی روشنی میں
- عقیقہ......فضائل و مسائل
- علمائے حق نے وراثت نبوت کا حق کس طرح ادا کیا؟
- ۱۹۷۰ء میں صدر آزاد کشمیر سردار عبدالقیوم خان رحمہ اللہ کو استقبالیہ

بیاد شہداءِ تحریک مقدس تحفّظِ ختمِ نبوّت ﷺ 1953ء

۱۵ ویں سالانہ

شہداءِ ختمِ نبوّت ﷺ کانفرنس

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 4 مارچ 2020 بدھ بعد نماز مغرب

زیر سرپرستی

ابن امیرِ شریعت حضرت پیر جی

امیر مجلس احرارِ اسلام پاکستان

سیدِ عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

زیر صدارت

خطیب بنی ہاشم نواسۂ امیر شریعت

حضرت مولانا حافظ

سید محمد کفیل شاہ

نائب امیر مجلس احرارِ اسلام پاکستان

نبیرۂ امیر شریعت ثالث بخاری دامت برکاتہم

سید عطاء اللہ شاہ

نائب ناظم مجلس احرار اسلام پاکستان

حضرت مولانا دامت برکاتہم

محمد اکمل

امیر مجلس احرار اسلام ملتان

تلاوت قرآن مجید

جناب زینت القراء

قاری عبدالرحمٰن ملتانی

مدیر علوم القرآن اکیڈمی، ملتان

ھدیۂ نعت و نظم

قاری محمد احمد رشید صاحب

حافظ عمر فاروق اعوان صاحب

مقامی علماء کرام

مولانا مفتی حماد القاسمی، سالار احرار مولانا فیصل متین سرگانہ، مولانا اللہ بخش احرار، قاری عبد الناصر صدیقی، مولانا مفتی نجم الحق، مفتی محمد قاسم احرار، مولانا عبد الحمید احرار، قاری محمد عمران رحیمی، قاری محمد لقمان، قاری احسان الحق، مفتی مجاہد الرحمٰن، قاری محمد عاصم احرار، مولوی وقار احمد قریشی، حافظ محمد طارق لنگاہ، قاری محمد معاذ کھیڑا، مولوی محمد ابوبکر

مقامی ذمہ داران و کارکنان احرار

شیخ نیاز احمد، سعید احمد انصاری، فرحان الحق حقانی، ڈاکٹر عبد الغفور، محمد بلال بھٹی، محمد اسماعیل بھٹی، محمد مہربان بھٹی، حافظ محمد شاکر خان خاکوانی، شیخ محمد مغیرہ، محمد لقمان منشاد، محمد عدنان ملک، محمد عدنان معاویہ، قاری محمد شریف، بھائی محمد عباس، ابومعاویہ محمد بشیر، شیخ محمد عثمان، قاری محمد عزیر

منجانب شعبہ تبلیغ تحفّظِ ختمِ نبوّت ﷺ مجلسِ احرارِ اسلام ملتان

فون نمبرز
061-4511961
0300-6326621

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

بیاد: سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابن امیرِ شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جلد 31 شمارہ 02 فروری 2020ء / جمادی الثانی ۱۴۴۱ھ

Regd.M.NO.32

تشکیل

ادار یہ:	بدترین اور ناکام ترین حکومت	سید محمد کفیل بخاری	2
شذرہ:	مجلس احرار اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس اور فیصلے	عبداللطیف خالد چیمہ	4
دین ودانش:	نور العیون فی سیرۃ الامین المامون صلی اللہ علیہ وسلم (قسط:۴)	علامہ ابن سیّد الناس رحمہ اللہ تعالیٰ ترجمہ: ڈاکٹر ضیاء الحق قمر	6
〃	مناقبِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ...... احادیث کی روشنی میں	مولانا محمد یوسف شیخوپوری	14
〃	عقیقہ...... فضائل ومسائل	حضرت مفتی عبدالرؤف سکھروی دامت برکاتہم	17
〃	علمائے حق نے وراثت نبوت کا حق کس طرح ادا کیا؟	مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ	21
〃	ملفوظات حضرت علامہ محمد عبداللہ رحمہ اللہ	عامر خاکوانی	26
افکار:	فلم میں صرف مذہبی حلقہ ہی ٹارگٹ کیوں	ڈاکٹر عمر فاروق احرار	29
〃	احوال امت اور ہم نوجوانانِ اسلام	جمشید حامد ملتانی	30
ادب:	یادمکہ	مولانا سید بدر عالم میرٹھی رحمہ اللہ	32
〃	نعت	حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ	33
〃	طیبہ بھی معطّر ہے	محمد فیاض عادلؔ فاروقی	34
〃	ابوالکلام	مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ	35
〃	...... یہ مشکل ہے	سید امین گیلانی رحمہ اللہ	36
تاریخ احرار:	۱۹۷۰ء میں صدر آزاد کشمیر سردار عبدالقیوم خان رحمہ اللہ کو استقبالیہ	عبدالکریم قمر	37
〃	احرار اور تحریک مسجد منزل گاہ۔ سکھر (دوسری وآخری قسط)	حضرت امام سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ	39
آپ بیتی:	میرا افسانہ (قسط:۱۷)	مفکر احرار چودھری افضل حق رحمہ اللہ	51
اخبار الاحرار:	مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں	ادارہ	57
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	62

فیضانِ نظر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ نگرانی

ابن امیر شریعت حضرت پیرجی سیّد عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

مدیر مسئول

سیّد محمد کفیل بخاری

kafeel.bukhari@gmail.com

رُفقائے فکر

عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد

مولانا محمد مغیرہ • ڈاکٹر عمر فاروق احرار

قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس

سیّد عطاء اللہ ثالث بخاری

سید عطاء المنان بخاری

atabukhari@gmail.com

محمد نعمان سنجرانی

سرکولیشن منیجر

محمد یوسف شاد

0300-7345095

زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک ——— -/300 روپے

بیرون ملک ———/5000 روپے

فی شمارہ ——— -/30 روپے

ترسیلِ زر بنام: ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت

بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100

بینک کوڈ 0278 یو بی ایل ایم، ڈی، اے چوک ملتان

رابطہ

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

061-4511961

www.ahrar.org.pk
www.alakhir.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

شعبۂ تبلیغ تحفظِ ختمِ نبوۃ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سیّد محمد کفیل بخاری طابع: تشکیلِ نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

دل کی بات

بدترین اور ناکام ترین حکومت

سید محمد کفیل بخاری

سیاست کا بغبغاتا اونٹ کسی کروٹ نہیں بیٹھ رہا۔حکمران اور اپوزیشن، دونوں اپنی اپنی ڈیوٹیاں پوری کر رہے ہیں۔ برسرِ اقتدار ٹولے کی نالائقیوں اور غلط پالیسیوں سے عام آدمی کی زندگی مشکل ہوگئی ہے۔مسلم لیگ ’’نواز شریف‘‘ اور پیپلز پارٹی ’’آصف زرداری‘‘ کے علاج معالجے اور نیب کیسز سے نجات کے حل ڈھونڈنے میں مصروف ہیں۔اپوزیشن کی دونوں بڑی جماعتوں کی خاموشیوں کے پس منظر میں کسی این آر او کی بھنبھناہٹ سنائی دے رہی ہے۔ مایوسیوں کے اس ماحول میں جمعیت علماءِ اسلام کے قائد مولانا فضل الرحمٰن نے ایک توانا آواز بلند کی، پندرہ ملین مارچ، آزادی مارچ اور اب تحفظ آئینِ پاکستان تحریک کے ذریعے قومی بیداری کی پُر امن جدو جہد کر رہے ہیں۔مولانا نے بڑی حکمت اور محنت کے ساتھ اپوزیشن جماعتوں کو اکٹھا کیا لیکن مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی کی روایتی بے وفائی، عہد شکنی اور کہہ مکرنی نے مولانا کو یہ کہنے پر مجبور کر دیا کہ: ’’اپوزیشن کے اس رویے پر افسوس ہے، لیکن ہم تحفظ آئین کی جدوجہد جاری رکھیں گے‘‘۔

حکمرانوں کی طرف سے کارنامے ہی کچھ ایسے انجام دیے جا رہے ہیں کہ ان کے حق میں زبان وقلم سے کوئی جملہ نہیں نکل رہا۔ پاکستان کو ریاست مدینہ کی طرز پر چلانے کا دعویٰ لے کر اٹھے لیکن سود کو فروغ دے کر اللہ ورسول سے کھلی جنگ اور بغاوت کر رہے ہیں۔ چوروں کو پکڑنے اور کرپشن ختم کرنے کا منشور دیا لیکن جن کو چور کہہ کر پکڑا، اُنھیں بھگا کر خود چوری شروع کر دی۔ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل نے پاکستان کا سکور مزید کم کر دیا ہے۔حکمران جماعت نے حسب معمول اس کی ذمہ داری اپنے سوا دنیا کی تمام چیزوں پر تھوپنے کی کوشش کی۔ اپنی ہر ناکامی کی ذمے داری اپوزیشن پر ڈال کر خود بری الذمہ ہونا اور یوٹرن لینا، اُن کا روزمرہ اور پسندیدہ مشغلہ ہے۔سوال یہ ہے کہ ڈیڑھ سال سے حکومت کیا کر رہی ہے؟ عوام کو نوکریاں ملیں نہ گھر، ہوش ربا مہنگائی، بیروزگاری اور ظالمانہ ٹیکسز سے غریبوں کے چولہے ٹھنڈے کر کے منہ سے نوالہ بھی چھین لیا ہے۔ معیشت آئی ایم ایف کے پاس گروی رکھ کر یہود ونصاریٰ کی غلامی کا پھندا قوم کے گلے میں فٹ کر دیا ہے۔ کشکول توڑنے اور قرض نہ لینے کے وعدے کر کے ملک کو مزید سودی قرضوں میں ہمیشہ کے لیے جکڑ دیا ہے۔ گندم میں خود کفیل ملک سے آٹا غائب ہونا حکومتی نااہلی کی بدترین مثال ہے۔

ڈالر کی قیمت میں اضافہ، پٹرول، بجلی، گیس، آٹا چینی، ادویات اور دیگر اشیاء خورونوش عام آدمی کی قوتِ خرید سے

باہر ہوگئی ہیں۔ غریب عوام خوراک، علاج اور تعلیم کے بنیادی حقوق سے محروم کر دیے گئے ہیں۔ لوگ خودکشیاں کر رہے ہیں لیکن وزراء بھاشن دیتے ہیں کہ ''نومبر دسمبر میں لوگ زیادہ روٹیاں کھاتے ہیں، روٹی کا وزن کم کریں اور دو کی بجائے ایک کھائیں، آٹا نہ ملنے پر کفایت شعاری کریں اور بھوک برداشت کریں۔''

حج کے کرایوں میں دوسری بار اضافہ عوام کو فریضۂ حج کی ادائیگی سے محروم کرنے کے مترادف ہے۔ فرمان شاہی اس پر مستزاد یہ کہ حج فرض نہیں تو نہ کریں۔ حد یہ ہے کہ صدر مملکت کو آٹے دال کا بھاؤ معلوم نہیں اور وزیراعظم دو لاکھ تنخواہ میں گزارہ نہیں جبکہ عوام کو کہا جا رہا ہے کہ پندرہ بیس ہزار میں گزارہ کرو۔

بجلی کی قیمت میں مسلسل اضافہ، بجلی بل میں 35 روپے پی ٹی وی فیس بڑھا کر 100 روپے کر دی جبکہ پی ٹی وی کو دیکھتا بھی کوئی نہیں۔ ڈیتھ سرٹیفکیٹ کی فیس میں اضافے اور قبر ٹیکس نے عوام کا جینا مرنا مشکل کر دیا ہے۔ وزیراعظم کے اقوالِ زریں ہیں کہ:

> ''حوصلہ و صبر کریں، کچھ دن تکلیف برداشت کریں، 2020 ترقی و خوشحالی کا سال ہے، سب ٹھیک ہو جائے گا، مجھے اپنی معاشی ٹیم پر فخر ہے اور اصل سکون تو قبر میں ملے گا''۔

اللہ تعالیٰ مظلوم عوام کو تو قبر میں اس صبر پر ضرور اجر و سکون عطاء فرمائیں گے۔ ان شاء اللہ۔
لیکن ظالم حکمرانوں کو تو ظلم کا حساب دینا پڑے گا۔ اور......

''مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے''

صورت حال یہ ہے کہ عوام نے وزیراعظم کے علامتی جنازے پڑھنے شروع کر دیے ہیں، لیکن وہ اطمینان کے ساتھ وزیراعظم ہاؤس میں براجمان ہیں۔

خود حکومت کے اندر ٹوٹ پھوٹ جاری ہے۔ بعض وزراء نمبر گیم میں ایک دوسرے کو برا کہہ رہے ہیں۔ پنجاب، خیبر پختونخوا اور بلوچستان کے سرکاری ارکانِ اسمبلی حکومت سے ناراض ہیں۔ خیبر پختونخوا کے تین وزراء ہٹا دیے گئے ہیں۔ اتحادی ساتھ چھوڑ رہے ہیں، پشاور میں وزیراعظم کی علامتی میت رکھ کر نماز جنازہ پڑھا دی گئی، اس کے باوجود آپ کو اطمینان کے ساتھ وزیراعظم ہاؤس میں بیٹھنے کا حکم ہے اور آپ بیٹھے ہیں۔ آخر کب تک؟

مجلس احرار اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس اور فیصلے

عبداللطیف خالد چیمہ

مجلس احرار اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس شوری کا سالانہ اجلاس قائد احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ العالی کی اجازت سے 19 جنوری 2020 اتوار کو دار بنی ہاشم ملتان میں حضرت الامیر کی علالت کے باعث مرکزی نائب امیر جناب سید محمد کفیل بخاری کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ جس میں ملک بھر سے بیالیس اراکین مجلس شوری کے علاوہ مبلغین، مندوبین اور مبصرین نے شرکت کی۔ راقم الحروف نے سابقہ کارروائی کی توثیق کے بعد ایجنڈے پر روشنی ڈالی۔ جس میں مختلف تنظیمی و جماعتی امور کو حسب دستور نمٹایا گیا اور سابقہ فیصلوں پر عمل درآمد کی رفتار کا تنقیدی جائزہ بھی لیا گیا۔

29 دسمبر 2019 کو ملک بھر میں یوم تاسیس احرار کے موقع پر پرچم کشائی کی تقریبات کو پہلے سے زیادہ حوصلہ افزا قرار دیا گیا اور طے پایا کہ 2029ء میں صد سالہ یوم تاسیس احرار کو شایان شان طریقے سے منایا جائے گا۔ اس سلسلہ میں مرکزی اجتماع لاہور میں منعقد ہوگا۔ اجلاس میں نفاذ اسلام اور عقیدۂ ختم نبوت کی پر امن جدوجہد کو معروضی صورتحال کو ملحوظ رکھ کر آگے بڑھانے کے لیے بھی طویل غور وخوض کیا گیا اور طے پایا کہ جماعت نیکی کے ہر کام میں حکمرانوں سے تعاون اور برائی کے ہر کام میں مخالفت کے قرآنی اصول پر قائم ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ اسی اصول کو ہمیشہ قائم رکھے گی۔ یہ بھی طے پایا کہ حلیف دینی سیاسی جماعتوں کے ساتھ اشتراک عمل جاری رہے گا اور وقت کے ساتھ ساتھ پالیسی طے ہوا کرے گی۔

تحریک ختم نبوت کی تازہ ترین صورت حال، قادیانی ریشہ دوانیاں، ملکی و غیر ملکی این جی اوز کا کردار، یکساں نصاب تعلیم کے نام پر دینی مدارس کے خلاف خطرناک کارروائی جیسے موضوعات پر بھی سیر حاصل گفتگو کی گئی۔ اجلاس میں رابطہ مدارس الاحرار کے تحت مختلف شہروں میں قائم دینی اداروں کی رپورٹ بھی پیش کی گئی اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے الحاق کے لیے ضروری امور طے کیے گئے۔ اجلاس میں شعبہ نشر واشاعت کو مزید منظّم کرنے ماہنامہ نقیب ختم نبوت کی اشاعت کو بڑھانے کا فیصلہ کیا گیا اور طے پایا کہ ہر سال ماہنامہ نقیب ختم نبوت کسی شخصیت یا کسی اہم موضوع پر اشاعت خصوصی کا اہتمام کرے گا۔ اسی طرح شعبہ تصنیف وتالیف کو مربوط و منظّم کرنے کے لیے ایک کمیٹی قائم کی گئی۔

اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ تحریک ختم نبوت 1953 کے دس ہزار شہداء کی یاد میں آئندہ مارچ 2020 میں ملک بھر میں شہداء ختم نبوت کانفرنسوں کا اہتمام کیا جائے گا اور 6 مارچ جمعۃ المبارک کو یوم شہداء ختم نبوت منایا جائے گا۔ جنوبی پنجاب کے ذمہ داران کا تربیتی کنونشن 8,7,6 مارچ 2020 جمعۃ المبارک، ہفتہ، اتوار کو مرکز احرار ملتان میں ہوگا جب کہ

شمالی اور بالائی پنجاب کے ذمہ داران کا تربیتی کنونشن 15,14,13 مارچ 2020 جمعۃ المبارک، ہفتہ، اتوار کو ایوان احرار لاہور میں ہوگا۔اسی طرح دس روزہ دورہ تربیت المبلغین 28 مارچ تا 6 اپریل 2020 ایوان احرار لاہور میں ہوگا۔اور دورہ تربیت المعلمین 6 تا 8 اپریل ایوان احرار لاہور میں ہوگا۔دار المبغین کا مرکز جامع مسجد احرار چناب نگر میں قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا جو ناظم تبلیغ مولانا محمد مغیرہ کی زیرنگرانی کام کرے گا اور ناظم دعوت ارشاد، ڈاکٹر محمد آصف ان کے معاون ہوں گے۔

اجلاس کے تمام شرکاء کی متفقہ رائے سے ابن امیر شریعت حضرت سید عطاء المومن شاہ بخاری رحمۃ اللہ کے فرزند جناب سید عطاء اللہ ثالث بخاری کو مرکزی نائب ناظم مقرر کیا گیا۔اجلاس میں تحریک طلباء اسلام کو از سرِنو منظّم کرنے کا فیصلہ بھی کیا گیا۔اجلاس میں ملک میں بڑھتی ہوئی سیاسی وسیکولر انتہا پسندی کی مذمت کی گئی اور ضروریات زندگی کی ہوش رُبا مہنگائی کو ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کی غلامی کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے کہا گیا کہ حکومت اپنے سیاسی اور انتخابی وعدوں میں بری طرح ناکام ہو چکی ہے۔اجلاس میں سوشل میڈیا پر گستاخانہ مواد کے سد باب اور تحفظ ختم نبوت و تحفظ ناموس رسالت کے حوالے سے قومی اسمبلی میں مسلم لیگ ق کے ایم این اے چودھری طارق بشیر چیمہ اور پنجاب اسمبلی میں ق لیگ کے ایم پی اے حافظ عمار یاسر کی طرف سے پیش کی گئی قراردادوں کی بھرپور تائید وحمایت کا اعلان کیا گیا اور دونوں رہنماؤں کے مثبت کردار کو سراہا گیا۔

اجلاس کی قراردادوں میں بھارت کے مظلوم مسلمانوں اور کشمیریوں کے مؤقف کی مکمل تائید وحمایت کی گئی۔

ایک قرارداد میں یکساں نصاب تعلیم کے نام پر سیکولرازم اور ہیومن ازم کی اشاعت پر تشویش کا اظہار کیا گیا۔اجلاس میں اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ سے پرزور اپیل کی گئی کہ وہ دینی مدارس و مکاتب کے تحفظ و دفاع کے لیے قائدانہ کردار ادا کریں۔

اجلاس کے آخر میں گذشتہ اجلاس کے بعد وفات پانے والے رجالِ امت کے لیے دعائے مغفرت کی گئی۔

بطور خاص یادگارِ اسلاف رفیق امیر شریعت مولانا مجاہد الحسینی، حافظ الحدیث مولانا فداء الرحمٰن درخواستی (امیر پاکستان شریعت کونسل)، ڈاکٹر سید ابوذر بخاری (عبدالحکیم) اور حضرت مولانا عبداللہ بہلوی کی صاحبزادی کے انتقال پر تعزیتی قرارداد کے ذریعے دعائے مغفرت کی گئی۔

اجلاس کے بعد راقم نے حضرت الامیر کو اجلاس کی کارروائی کی رپورٹ پیش کی جس پر انہوں نے مکمل تائید فرماتے ہوئے ڈھیروں دعاؤں سے نوازا اور فیصلوں پر اطمینان کا اظہار کیا۔

☆......☆......☆

نور العیون فی تلخیص سیرۃ الامین المامون صلی اللہ علیہ وسلم　　قسط:۴

علامہ ابن سید الناس رحمہ اللہ تعالیٰ　　مترجم: ڈاکٹر ضیاء الحق قمر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو اللہ تعالیٰ کھانا کھلائیں تو اسے کھانے کے بعد یہ دعا پڑھنی چاہیے:

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْہِ وَ اَطْعِمْنَا خَیْراً مِّنْہُ.

اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ دودھ پلائیں تو اسے یہ دعا پڑھنی چاہیے:

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْہِ وَزِدْنَا مِنْہُ.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دودھ کے سوا ایسی کوئی چیز نہیں جو کھانے اور پینے کے قائم مقام ہو سکے۔(1)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کا بیان

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (عام طور پر) ادنیٰ کپڑا استعمال فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مرمت شدہ جوتا بھی پہن لیتے (2) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم لباس میں کسی قسم کا تکلف نہیں فرماتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ لباس سرخ وسفید دھاریوں والا یمنی چادر سے بنا کرتا تھا۔(3) آپ صلی اللہ علیہ وسلم قمیض کو بھی پسند فرماتے۔(4)

جب آپ صلی اللہ علیہ نیا لباس زیب تن فرماتے تو یہ دعا پڑھتے:

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَا اَلْبَسْتَنِیْہِ أَسْئَلُکَ خَیْرَہُ وَ خَیْرَ مَا صُنِعَ لَہُ وَ أَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَ شَرِّ مَا صُنِعَ لَہُ.(5)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سبز لباس بھی پسند تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھار ایک چادر زیب تن فرماتے، اس کو باندھ کر اس کے دونوں کونے کندھوں پر باندھ لیتے۔(6)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز سرخ چادر اوڑھتے اور عمامہ بھی باندھتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں چاندی کی بنی انگوٹھی پہنتے، کبھی کبھار بائیں ہاتھ میں بھی پہن لیتے۔(7) اس انگوٹھی پر محمد رسول اللّٰہ کندہ تھا۔(8)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو بہت پسند تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار بو کو نا پسند فرماتے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالی نے (میری) ازواج اور خوشبو کو میری پسند بنا دیا ہے۔ اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی ہے۔(9)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کستوری کو اکیلے بھی استعمال کرتے اور کبھی عنبر عود وغیرہ کے ساتھ ملا کر۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عود اور کافور کی دھونی بھی دیتے۔(10)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اثمد کا سرمہ لگاتے، (11) کبھی داہنی آنکھ میں تین اور بائیں میں دو سلائیاں لگاتے اور کبھی کبھار روزے کی حالت میں بھی سرمہ لگاتے۔(12)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی اور سر میں اکثر تیل لگاتے اور ایک دن چھوڑ کر تیل لگاتے اور سرمہ لگاتے وقت طاق سلائیاں استعمال کرتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بال بنانے، جوتا پہننے، وضو کرنے غرض ہر کام میں داہنی طرف سے ابتدا کرنا پسند فرماتے۔ (13)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئینہ بھی استعمال فرماتے۔

سفر میں یہ چیزیں ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہوتیں:

تیل کی شیشی، سرمہ، آئینہ، کنگھا، قینچی، مسواک اور سوئی دھاگہ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تین مرتبہ مسواک استعمال فرماتے:

ایک مرتبہ سوتے وقت، دوسری مرتبہ تہجد کے وقت اور تیسری مرتبہ نماز فجر کے لیے۔(14)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجامہ بھی کرواتے تھے۔(15)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح کا بیان

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مزاح بھی فرماتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاح بھی سچ بات ہی ہوتی۔(16)

ایک مرتبہ ایک عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ مجھے سواری کے لیے اونٹ عنایت فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمھیں سواری کے لیے اونٹنی کا بچہ دیتا ہوں۔ اس نے عرض کیا: اونٹنی کا بچہ تو مجھے نہیں اٹھا سکے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ فرمایا: میں تو تمھیں سواری کے لیے اونٹنی کا بچہ ہی دوں گا۔ اس نے پھر یہی کہا کہ وہ مجھے نہیں اٹھا سکے گا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے کہا: اونٹ بھی تو اونٹنی کا ہی بچہ ہوتا ہے۔(17)

اسی طرح ایک عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرا خاوند بیمار ہے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا خواہش مند ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شاید تمھارا خاوند وہی ہے جس کی آنکھوں

میں سفیدی ہے؟ وہ عورت گھر لوٹی اور اپنے خاوند کی آنکھیں کھول کر دیکھنے لگی تو اس نے پوچھا تمھیں کیا ہوا؟ وہ بولی مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ تمھارے خاوند کی آنکھوں میں سفیدی ہے۔ تو اس نے کہا: تمھیں کیا ہوا، سفیدی تو ہر شخص کی آنکھوں میں ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ ایک عورت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اللہ کے رسول دعا کیجیے کہ اللہ مجھے جنت میں داخل فرمائے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اُم فلاں! بوڑھی عورت تو جنت میں داخل نہیں ہوگی۔ یہ سن کر وہ عورت روتی ہوئی واپس لوٹنے لگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے بتا دو کہ وہ بوڑھی ہونے کی حالت میں نہیں بلکہ جوان ہو کر جنت میں جائے گی، کیونکہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں: اِنَّـا أَنْشـأْنَـاهُنَّ اِنْشاءً . فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا . عُرُبًا أَتْرَابًا . لِأَصْحَابِ الْيَمِيْنِ . (18)

کیسی پاک ذات ہے جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اخلاق حسنہ سے خاص فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا بیان

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی شادی سیدہ خدیجہ بنت خُویلد رضی اللہ عنہا سے ہوئی۔ (19) ان کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا نکاح سیدہ سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبد ود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لؤی سے ہوا۔ (20) وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں کبر سنی کو پہنچیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں الگ کرنے کا ارادہ فرمایا تو انھوں نے اپنی باری کا دن سید عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا اور عرض کیا کہ اب مجھے مرد کی کوئی حاجت نہیں، میری خواہش یہ ہے کہ قیامت کے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ کی حیثیت سے اٹھائی جاؤں۔ (21)

اس کے بعد عائشہ بنت ابی بکر بن عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرۃ ہیں۔ (22) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں ہجرت سے دو برس قبل نکاح فرمایا۔ ایک قول کے مطابق یہ نکاح ہجرت سے تین برس قبل ہوا اور اس وقت سیدہ کی عمر 6 یا 7 برس کی تھی اور 9 برس کی عمر میں مدینہ منورہ میں آپ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہوئے، تب ان کی عمر 18 برس تھی اور آپ رضی اللہ عنہ نے 58ھ میں وفات پائی۔ اور بعض نے آپ کا سن وفات اس کے علاوہ بیان کیا ہے۔ ان کے علاوہ کوئی اور زوجہ ایسی نہیں جو کنواری نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئی ہو۔ آپ رضی اللہ عنہا کی کنیت اُم عبداللہ ہے۔

پھر حفصہ بنت عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب

سے نکاح ہوا۔(23) روایت کی گئی ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں طلاق دی تو جبریل علیہ السلام آئے اور عرض کیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم ہے کہ آپ حفصہ رضی اللہ عنہا سے رجوع کر لیں، وہ بہت روزے رکھنے والی اور شب بیدار ہیں۔اور ایک روایت میں ہے کہ یہ رجوع حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دلداری کے لیے تھا۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف سے نکاح کیا۔(24) یہ اس وقت حبشہ میں تھیں، نجاشی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے چار سو دینار مہر ادا کیا۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آپ کے ولی نکاح تھے اور ایک روایت میں ہے کہ خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ ان کے ولی تھے۔آپ رضی اللہ عنہا کی وفات 44ھ میں ہوئی۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم سے نکاح فرمایا۔ (25) ان کی وفات 62ھ میں ہوئی۔ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سب سے آخر میں آپ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔

ایک روایت کے مطابق ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سب سے آخر میں فوت ہونے والی سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ زینب بنت جحش بن رئاب من یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ سے نکاح فرمایا۔(26) یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی امیمہ کی بیٹی تھیں۔ان کی وفات 20ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔(حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد) ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سب سے پہلے ان کی وفات ہوئی۔اور (اسلام میں) ان کی پہلی تھی جسے (پردہ کی غرض سے) ڈھانپا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ جویریہ بن الحارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک بن المصطلق سے نکاح فرمایا۔(27) جو غزوہ بنی المصطلق میں قیدی بنیں۔مال غنیمت کی تقسیم کے دوران یہ حضرت ثابت بن قیس شماس رضی اللہ عنہ (28) کے حصہ میں آئیں۔انھوں نے ان کے ساتھ مکاتبت کر لی تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور یہ گندمی رنگت کی تھیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ بہتر نہیں کہ تمھارا زر مکاتبت ادا کر کے میں تمھارے ساتھ شادی کر لوں؟ تو انھوں نے یہ بات قبول کر لی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلوبہ رقم ادا کر کے ان سے نکاح فرما لیا۔(29) انھوں نے 56ھ میں وفات پائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ صفیہ بنت حیی ابن اخطب بن سعنۃ بن ثعلبہ بن عبید بن کعب بن الخزرج سے نکاح فرمایا۔(30) یہ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں۔غزوہ خیبر میں قیدی بنیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

انہیں آزاد فرما کر نکاح کر لیا اور ان کی آزادی ان کا حق مہر تھی۔(31) انھوں نے 50ھ میں وفات پائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ میمونہ بنت الحارث بن حزم بن بجیر بن الہرم بن رویبہ بن عبداللہ بن ہلال بن عامر سے بھی نکاح فرمایا۔(32) یہ حضرت خالد بن ولید اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ تھیں۔ یہ آخری زوجہ مطہرہ ہیں، جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا۔ یہ سن 51ھ میں فوت ہوئیں۔ اور ایک قول کے مطابق ان کی وفات 66ھ میں ہوئی۔ اگر یہ قول ثابت ہو جائے تو پھر لازم ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سب سے آخر میں یہ فوت ہوئیں۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے علاوہ یہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرماتے وقت حیات تھیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُم المساکین زینب بن خزیمہ سے سن 3ھ میں نکاح فرمایا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے بعد صرف دو یا تین ماہ حیات رہیں۔(33)

ان عورتوں کا بیان جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام نکاح بھیجا یا نکاح ہوا لیکن رخصتی کی نوبت نہیں، جنھوں نے خود کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہبہ کیا اور جنھوں نے حق اختیار استعمال کیا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ بنت ضحاک سے بھی نکاح فرمایا۔ جب آیت تخییر (34) نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی اختیار دیا تو اس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر دنیا کو ترجیح دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھوڑ دیا۔ اس واقعہ کے بعد اس کی یہ حالت ہوگئی کہ وہ اونٹ کی مینگنیاں چنتی اور کہتی: میں بد بخت ہوں جس نے دنیا کو اختیار کیا۔(35)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی بہن اساف سے بھی نکاح فرمایا۔(36)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خولہ بنت الہذیل رضی اللہ عنہا سے بھی نکاح فرمایا۔(37) بعض ان کے والد کا نام حکیم کہتے ہیں۔ یہ وہ ہیں جنھوں نے خود کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہبہ کیا۔

اور یہ بھی کہا گیا کہ خود کو ہبہ کرنے والی ام شریک رضی اللہ عنہا ہیں۔(38)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسماء بنت کعب الجونیہ رضی اللہ عنہا سے بھی نکاح فرمایا۔(39)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ بنت یزید بن الجون الکلابیہ رضی اللہ عنہا سے بھی نکاح فرمایا لیکن انھیں رخصتی سے قبل ہی طلاق دے دی۔(40)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ غفار کی ایک عورت سے بھی نکاح فرمایا لیکن اس کے وجود پر سفید داغ دیکھا تو

اس کو اس کے میکہ روانہ کر دیا۔(41)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تمیمی عورت (42) سے نکاح فرمایا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے تو اس نے کہا، میں آپ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ کی پناہ مانگتا ہے تو اللہ اس کو روک دیتے ہیں، اس لیے تو اپنے میکے چلی جا۔(43)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالیہ بنت ظبیان رضی اللہ عنہا سے بھی نکاح فرمایا لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں طلاق دے دی۔(44)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اسماء) بنت الصلت رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا لیکن وہ رخصتی سے قبل ہی فوت ہوگئیں۔(45)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ملیکہ اللیثیہ سے بھی نکاح کیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے تو فرمایا: **هبي لي نفسك** ، اس نے کہا: **وهل تهب الملكة نفسها للسوقة ؟** تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھوڑ دیا۔(46)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ مرہ کی ایک عورت سے نکاح ک لیے اس کے والد کو پیغام بھیجا تو اس نے کہا کہ اسے تو برص کی بیماری ہے، حالانکہ اسے برص نہیں تھی۔ جب وہ شخص اپنی بیٹی کے پاس لوٹا تو وہ برص کی مریضہ بن چکی تھی۔(47)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کے والد کو نکاح کا پیغام دیا تو وہ اپنی بیٹی کے اوصاف بیان کرنے لگا، بہت سے وصف بیان کرنے کے بعد اس نے کہا کہ مزید یہ کہ وہ کبھی بیمار نہیں ہوئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (کبھی بیمار نہ ہونا) اللہ کے نزدیک یہ کوئی اچھائی تو نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھوڑ دیا۔

صحیح ترین قول کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے 500, 500 درہم مہر تھا ماسوائے حضرت صفیہ اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے۔ (حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا مہر، ان کی آزادی تھا اور حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر چار سو دینار تھا۔) (جاری ہے)

حواشی:

(1) سنن ترمذی، حدیث نمبر 3455۔ سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 3730۔ سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 3322۔ مسند الامام احمد بن حنبل: 225/1۔

(2) سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 3348۔

(3) صحیح بخاری، حدیث نمبر 5812۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر 2079۔ سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 4060

(4) سنن ترمذی، حدیث نمبر 1762۔سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 4025۔سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 3575۔اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم وآدابہ، ابی الشیخ، حدیث نمبر 234

(5) سنن ترمذی، حدیث نمبر 1767۔سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 4020

(6) صحیح بخاری، حدیث نمبر 354۔صحیح مسلم، حدیث نمبر 517۔سنن ترمذی، حدیث نمبر 339۔سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 3763، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 1049

(7) سنن ترمذی، حدیث نمبر 1742۔سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 4236۔سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 3647۔سنن نسائی، حدیث نمبر 5214۔

(8) صحیح بخاری، حدیث نمبر 65۔صحیح مسلم، حدیث نمبر 2092۔سنن نسائی، حدیث نمبر 5206

(9) مسند الامام احمد بن حنبل: 128/3۔اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم وآدابہ، ابی الشیخ، حدیث نمبر 226

(10) صحیح مسلم، حدیث نمبر 2254

(11) سنن ترمذی، حدیث نمبر 1757 (12) سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 2378۔سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 1678

(13) صحیح بخاری، حدیث نمبر 168۔صحیح مسلم، حدیث نمبر 608۔سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 401۔

(14) المنتخب من مسند عبد بن حمید، حدیث نمبر 219۔

(15) صحیح بخاری، حدیث نمبر 2280، صحیح مسلم، حدیث نمبر 1577، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 1862

(16) سنن ترمذی، حدیث نمبر 1990۔

(17) طبقات ابن سعد: 4/383-381۔ابن سعد کے مطابق مذکورہ خاتون حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا تھیں، جبکہ سنن ترمذی، حدیث نمبر 1991۔سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 4998 میں یہ واقعہ کسی مرد (انَّ رَجُلًا......) کے حوالہ سے مذکور ہے۔

(18) الشمائل المحمدیہ، الامام الترمذی، حدیث نمبر 241۔

(19) کتاب ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، محمد بن یوسف الصالحی الدمشقی، ص 57-35۔

(20) ایضاً، ص 180-173۔

(21) صحیح بخاری، حدیث نمبر 5212۔صحیح مسلم، حدیث نمبر 1436۔سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 1972۔

(22) کتاب ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، محمد بن یوسف الصالحی الدمشقی، ص 87-77۔

(23) ایضاً، ص 144-137۔ (24) ایضاً، ص 170-161۔

(25) ایضاً،ص147-154۔ (26) ایضاً،ص181-190۔

(27) ایضاً،ص207-211۔ (28) اُسد الغابہ، ابن الاثیر:1/263-65۔

(29) سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 3931۔

(30) کتاب ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، محمد بن یوسف الصالحی الدمشقی،ص 213-227۔

(31) صحیح بخاری، حدیث نمبر 4200۔

(32) کتاب ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم محمد بن یوسف الصالحی الدمشقی،ص197-205۔

(33) ایضاً،ص:193-195۔

(34) (یَا أَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِکَ اِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیَاۃَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَھَا فَتَعَالَیْنَ أُمَتِّعْکُنَّ وَ أُسَرِّحْکُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا)۔الاحزاب:28۔

(35) اُسد الغابہ، ابن الاثیر،5/370۔

(36) ایضاً،5/321 میں ان کا نام شراف بنت خلیفہ رضی اللہ عنہا آیا ہے۔

(37) ایضاً،5/274- (38) ایضاً،5/274۔

(39) کتاب ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، محمد بن یوسف الصالحی الدمشقی،ص 236-237۔

(40) ایضاً،ص238۔ (41) ایضاً،ص:255۔

(42) اُسد الغابہ،5/222 کے مطابق اس کا نام اُمیمہ بنت شراحیل ہے۔

(43) صحیح بخاری، حدیث نمبر 5254، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 2050۔

(44) اُسد الغابہ، ابن الاثیر 5/342, 341۔

(45) ایضاً،5/212, 211۔

(46) طبقات ابن سعد (حصہ ہشتم):4/340۔

(47) اس کا نام جمرہ بنت الحارث تھا۔(کتاب ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، محمد بن یوسف الصالحی،ص263)

مناقبِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ......احادیث کی روشنی میں

مولانا محمد یوسف شیخوپوری

۱. عن ابی سعیدٍ الخدری عن النبی صلی الله علیه وسلم قال إنَّ من أمنِّ الناس علیّ فی صحبتهٖ ومالهٖ أبوبکر (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسانوں میں سب سے زیادہ جس شخص نے میرا ساتھ دیا، میری خدمت میں اور میری خوشنودی میں اپنا مال سب سے زیادہ لگایا وہ ابوبکرؓ ہیں۔

۲. أبو بکر صاحبی ومونسی فی الغار. سُدُّوا کل خوخة فی المسجد غیر خوخة أبی بکر (مسند أبی یعلی عن ابن عباسؓ)

ابوبکر (رضی اللہ عنہ) میرے غار (ثور) کے رفیق اور ساتھی ہیں مسجد (نبوی) کی جانب تمام کھڑکیاں (دروازے) بند کردو سوائے ابوبکر کے دروازے کے۔ اس روایت کو امام حاتم نے نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ حدیث شریف میں مذکور لفظ ''سُدُّوا'' اس بات کا واضح اشارہ ہے کہ میرے بعد خلافت کا پہلا استحقاق ابوبکر کا ہے ان کے علاوہ باقی تمام لوگوں کی آرزوئے خلافت کا دروازہ بند ہے۔

۳. قال رسول الله صلی الله علیه وسلم أنت صاحبی علی الحوض وأنت صاحبی فی الغار (ترمذی)

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر تم حوض کوثر پر میرے رفیق ہوا ور تم غار میں بھی میرے رفیق ہو۔

۴. أنا أول من تنشق الارض عنه ثم أبو بکر ثم عمر (ترمذی، مستدرک حاکم)

قیامت کے دن جب تمام خلقت اپنی اپنی قبروں سے اُٹھ کر میدان حشر میں آئے گی تو سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی اور میں قبر سے اٹھنے والا پہلا شخص ہوں گا میرے بعد ابوبکر اور ان کے بعد عمر اٹھیں گے۔

۵۔ قال رسول الله صلی الله علیه وسلم أنت عتیق الله من النار فیومئذٍ سُمِّیَ عتیقاً (ترمذی ومشکوٰۃ) وقال علیه السلام من أراد أن ینظر بنظر إلی عتیق من النّارِ فلینظُر إلی أبی بکر (مشکوٰۃ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر تم دوزخ کی آگ سے اللہ کی طرف سے آزاد کردہ ہو۔ اسی دن سے ان کا ایک نام عتیق (دوزخ سے آزاد شدہ) پڑ گیا۔ دوسری جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دوزخ کی آگ سے بری اور آزاد شخص کے دیدار کی تمنا رکھتا ہے وہ ابوبکر کو دیکھ لے۔

۶۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرائیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے جنت کا وہ دروازہ کھلایا جس سے میری امت جنت میں داخل ہوگی۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا یارسول اللہ میرے دل میں یہ حسرت بھری خواہش مچل رہی ہے کہ کاش اس وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتا تو مجھے بھی جنت کا دروازہ دیکھنا نصیب ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''إنک یا أبا بکر أوّل من یدخل الجنة من اُمتی (ابو داؤد و مشکوٰۃ) اے ابوبکر میری امت میں سے سب سے پہلے جنت میں آپ داخل ہوں گے۔

۷۔ **قال رسول اللہ علیہ وسلم لاینبغی لقومٍ فیھم ابوبکر ان یؤمّھم غیرہ** (ترمذی مشکوٰۃ)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس قوم و جماعت میں ابوبکر موجود ہوں تو ان کے لیے موزوں نہیں کہ ان کی امامت ابوبکر کے علاوہ کوئی اور شخص کرے۔

اسی وجہ سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو نماز کا امام بنا کر ہمارے دین کا پیشوا بنایا تو پھر ہماری دنیا کے معاملہ (یعنی خلافت) میں کون شخص آپ کو پس پشت ڈال سکتا ہے پھر جنازۂ سیدہ فاطمہ پر تمام حاضرین کی موجودگی میں آپ کو آگے کر کے عملاً اس کا ثبوت پیش فرمایا۔

۸۔ **من أصبح منکم الیوم صائما؟ قال أبوبکر أنا. قال فمن تبع منکم الیوم جنازةً؟ قال أبوبکر أنا. قال فمن أطعم منکم الیوم مسکیناً؟ قال أبوبکر أنا. قال فمن عاد منکم الیوم مریضاً؟ قال أبو بکرٍ أنا. فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مااجتمعن فی امرئٍ الا دخل الجنة. وفی روایة عن انس وجبت لک الجنة (مسلم. الصواعق المحرقہ)**

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج تم میں سے روزہ کس نے رکھا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں نے۔ پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا: آج تم میں سے کسی مسلمان بھائی کا جنازہ کس نے پڑھا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے۔ پھر آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے استفسار فرمایا: تم میں سے آج کسی مسکین کو کھانا کس نے کھلایا؟ حضرت ابوبکر نے عرض کیا میں نے۔ پھر فرمایا تم میں سے کس مریض کی تیمارداری کس نے کی ہے؟۔

حضرت ابوبکر نے عرض کیا میں نے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص میں یہ سب چیزیں جمع ہونگی وہ جنت میں داخل ہوگا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ کے لیے جنت واجب ہوچکی ہے۔

۹۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کے آٹھ دروازے ہیں پس جو شخص اہل الصلوٰۃ ہوگا وہ نمازیوں والے دروازے سے پکارا جائے گا۔ جو شخص اہل الجہاد ہوگا وہ مجاہدین کے مخصوص دروازے سے پکارا جائیگا۔ جو شخص روزہ داروں میں ہوگا وہ باب الریان (روزہ داروں کے مخصوص دروازہ) سے پکارا جائے گا۔ جو شخص اہل الصدقہ میں سے ہوگا وہ باب الصدقہ سے پکارا جائے گا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جسے جنت کے تمام دروازں سے پکارا جائے؟ **فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم نعم أرجوأن تكون منهم.** جی ہاں ابوبکر مجھے امید ہے وہ شخص تم ہوگے جسے جنت کے تمام دروازں سے پکارا جائے (صحیحین)

۱۰۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مرض الوفات میں جب خود مسجد میں تشریف نہ لا سکے تو ارشاد فرمایا: **مروا أبا بكر فليصل بالناس** (بخاری مسلم ترمذی)

ابوبکر کو میری طرف سے حکم کرو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی موجودگی میں، مشہور قول کے مطابق ۱۷ سترہ نمازیں پڑھائیں۔ جبکہ اصحاب تحقیق کے ہاں ۲۱/ اکیس نمازیں پڑھائی ہیں۔ انھی میں وہ نماز بھی ہے جس میں افاقہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد تشریف لائے اور آپ کے بائیں پہلو بیٹھ کر تمام لوگوں کو نماز پڑھائی۔ حضرت ابوبکر جہر سے نماز پڑھا رہے تھے اس لیے حضور علیہ والسلام نے وہاں سے آگے شروع فرمایا جہاں تک حضرت ابوبکر پہنچے تھے اور محققین کے مطابق سورت فاتحہ پڑھ چکے تھے اور اگلی سورت شروع کر رکھی۔ یہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کی آخری باجماعت نماز تھی۔ جس سے کئی مسائل اخذ ہوتے ہیں جو اہل نظر سے مخفی نہیں۔ اور انہی میں وہ نماز بھی تھی جس میں حضور علیہ السلام تشریف لائے اور جماعت میں شامل ہوئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بدستور امام جماعت رہے (سیرت خلفا راشدین)

☆......☆......☆

عقیقہ......فضائل ومسائل

حضرت مفتی عبدالرؤف سکھروی دامت برکاتہم

الحمدللہ ہر مسلمان کے گھر میں عموماً بچے پیدا ہوتے رہتے ہیں اور بچوں کی پیدائش پر کچھ اعمال ولادت کے وقت مستحب ہیں اور بعض اعمال ولادت کے ساتویں دن مستحب ہیں، اکثر مسلمان ان سے ناواقف ہیں، اس لیے اکثر اس موقع پر وہ دریافت کرتے رہتے ہیں اور جو دریافت نہیں کرتے، وہ ان پر عمل کرنے سے محروم رہتے ہیں، اس بنا پر ذیل میں انہیں لکھا جاتا ہے تاکہ بچہ/بچی کے پیدائش کے بعد اپنے اپنے وقت میں ان پر عمل کریں اور ان کے فضائل وبرکات حاصل کرسکیں۔ اللہ پاک توفیق دیں، آمین۔

ولادت کے مستحب اعمال

کان میں اذان دینا:

جب بچہ پیدا ہو تو اس کو نہلا دھلا کر اور کپڑے پہنا کر سب سے پہلے اس کے دائیں کان میں اذان کہہ دیں اور بائیں کان میں اقامت یعنی تکبیر کہہ دیں۔ (مشکوٰۃ شریف مع حاشیہ، ص359، ج2)

تحنیک کرانا:

اگر اس وقت کوئی بزرگ قریب ہوں، اور موقع ہو تو ان سے تحنیک کرائیں، کیونکہ یہ سنت ہے۔ تحنیک یہ ہے کہ ان کی خدمت میں ایک دو کھجور پیش کریں اور وہ اپنے منہ میں اس کو چبا کر بچہ کے منہ میں ڈال دیں (اور کچھ بچہ کے تالو میں لگائیں) اور بچہ کیلئے خیر وبرکت کی دعا کریں۔ (مشکوٰۃ ج2 ص362 وتکملہ فتح الملہم ص200 ص4)

(آیت الکرسی اور چاروں قل پڑھ کر شہد پر دم کرکے) تھوڑا سا شہد بچہ کو چٹانا بھی جائز ہے۔ اس سے بھی تحنیک (کی سنت ادا) ہو جاتی ہے۔ (تکملۃ فتح الملہم ص300 ج4)

ولادت کے ساتویں دن مستحب اعمال

عقیقہ کرنا:

جب کسی کے ہاں لڑکا یا لڑکی پیدا ہو تو بہتر ہے ساتویں دن اس کا عقیقہ کر دیں، لڑکا ہو تو دو بکرے یا دو بکری یا دو دنبے یا دو بھیڑ ذبح کر دیں اور لڑکی ہو تو ایک بکرا یا ایک بکری وغیرہ ذبح کر دیں یا گائے میں لڑکے کے دو حصے اور لڑکی کا ایک

حصہ لے لیں یا پوری گائے سے عقیقہ کرلیں سب جائز ہے۔

اگر کسی کو زیادہ توفیق نہ ہو اور وہ لڑکے کی طرف سے ایک بکرا یا ایک بکری ذبح کردے تو بھی کچھ حرج نہیں۔ (تنقیح الحامدیہ ج2ص233) اور اگر کوئی بالکل ہی عقیقہ نہ کرے تو بھی کچھ حرج نہیں، کیونکہ عقیقہ کرنا مستحب ہے واجب نہیں۔ (مشکوٰۃ ص363 ج2 وبہشتی زیور ج3 ج43) ولادت سے پہلے عقیقہ کرنا جائز نہیں اگر کوئی کرے گا تو وہ عقیقہ نہ ہوگا یہ ذبیحہ گوشت کھانے کے لیے ہوگا۔ (المجموع شرح التھذیب ج9ص245)

دعا عقیقہ:

جب کسی لڑکے یا لڑکی کے عقیقہ کا جانور ذبح کیا جائے تو ذبح کرنے والا یہ دعا پڑھے: **بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ لَکَ وَاِلَیکَ عَقِیقَةً عَنْ فُلانٍ** (اللہ تعالیٰ کے نام سے اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے، اے اللہ یہ آپ کی رضا کے واسطے محض آپ کی بارگاہ میں فلاں کے عقیقہ کا جانور ذبح کرتا ہوں)۔

اور یہ دعا کرے:

اَللّٰهُمَّ هٰذِهٖ عَقِیقَةُ اِبْنِي فَاِنَّ دَمَهَا بِدَمِهٖ وَلَحْمَهَا بِلَحْمِهٖ وَعَظْمَهَا بِعَظْمِهٖ وَجِلْدَهَا بِجِلْدِهٖ وَشَعْرَهَا بِشَعْرِهٖ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا فِدَاءً لِاِبْنِي مِنَ النَّارِ (تنقیح الحامدیه ج2ص233)

ترجمہ: یا اللہ یہ میرے بیٹے/بیٹی کا عقیقہ ہے، لہٰذا اس کا خون اس کے خون کے بدلے، اس کا گوشت اس کے گوشت کے بدلے، اس کی ہڈیاں اس کی ہڈیوں کے بدلے، اس کی کھال اس کی کھال کے بدلے، اس کے بال، اس کے بالوں کے بدلے میں ہیں، یا اللہ! اس کو میرے بیٹے/بیٹی کے بدلہ دوزخ سے آزادی کا بدلہ بنادے۔ آمین۔ (بہشتی زیور ص43 ج3)

عقیقہ کے مسائل:

جس جانور کی قربانی جائز ہے اس میں عقیقہ کرنا بھی جائز ہے جیسے اونٹ، گائے، بھینس، بکرا وغیرہ اور اونٹ، گائے میں عقیقہ کے سات حصے رکھ سکتے ہیں مثلاً کسی شخص کے تین لڑکے اور ایک لڑکی ہو اور وہ ان سب کے عقیقہ میں ایک گائے یا ایک اونٹ ذبح کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔ (ہندیہ ج5ص304) گائے، بیل وغیرہ میں کچھ حصے قربانی کے اور کچھ عقیقے کے رکھنا جائز ہے۔ (ہندیہ ج5ص304) جس جانور کی قربانی جائز نہیں جیسے ہرن، نیل گائے وغیرہ، اس سے عقیقہ کرنا بھی جائز نہیں اور جس جانور کی قربانی کرنا جائز ہے جیسے گائے، بیل اور بکرا وغیرہ اس سے عقیقہ بھی درست ہے۔ (ہندیہ ج5ص304)

عقیقہ کے گوشت سے دعوت کرنا بھی جائز ہے، نیز عقیقہ یا قربانی کا گوشت ولیمہ کی دعوت میں استعمال کرنا جائز

ہے۔(شامی ج6ص326اور بہشتی زیور کا حاشیہ ج3ص43)

سر کے بال منڈوانا:

بچہ/بچی کی ولادت کے ساتویں دن سر کے بال منڈوادیں خواہ پہلے سر منڈوائیں، پھر عقیقہ کریں یا پہلے عقیقہ کریں، پھر سر کے بال منڈوائیں دونوں طرح جائز ہے، البتہ یہ ہے کہ پہلے بچہ کے سر کے بال منڈوائیں پھر عقیقہ کا جانور ذبح کریں۔(حاشیہ بہشتی زیور ج3ص43)

بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کرنا:

بچہ/بچی کے سر کے بال منڈوانے کے بعد بالوں کے وزن کے برابر سونا یا چاندی خیرات کردیں (چاندی سے اس کا اندازہ رقم میں تقریباً پانچ سو روپے سے ایک ہزار روپے تک ہے یہ رقم صدقہ کردیں) اور بالوں کو کسی جگہ دفن کردیں۔(مشکوٰۃ ج2ص362) لڑکے اور لڑکی کا سر منڈوانے کے بعد اگر زعفران میسر ہو تو تھوڑی سی زعفران پانی میں گھول کر روئی وغیرہ سے اس کے سر پر لگادیں اور اگر زعفران نہ ہو تو کچھ حرج نہیں کیونکہ یہ عمل بہتر ہے، ضروری نہیں ہے۔(مشکوٰۃ ج2ص362)

ساتویں دن عقیقہ نہ کرسکنے کا حکم:

اگر کوئی شخص ساتویں دن عقیقہ نہ کرسکے تو آئندہ جب کرے ساتویں دن کا خیال کرنا مستحب ہے، اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ جس دن لڑکا یا لڑکی پیدا ہو، اس سے ایک دن پہلے عقیقہ کردیں۔ مثلاً اگر بچہ جمعہ کے دن پیدا ہوا ہے تو جمعرات کو عقیقہ کردیں اور اگر جمعرات کو بچہ پیدا ہوا ہے تو بدھ کو عقیقہ کردیں، اس طرح جب بھی عقیقہ کیا جائے گا وہ حساب سے ساتواں دن پڑے گا۔(شرح التھذیب ج9ص245)

اگر کوئی اس کا لحاظ کیے بغیر کسی بھی دن عقیقہ کردے یا بقر عید کے دن قربانی کے ساتھ عقیقہ کردے تو بھی جائز ہے۔(ماخذ بہشتی زیور کا حاشیہ ج3ص43)

جس شخص کا پیدائش کے بعد عقیقہ نہ ہوا ہو تو بعد میں اس کو اپنا عقیقہ کرنا جائز ہے، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت ملنے کے بعد اپنا عقیقہ فرمایا۔(شرح التھذیب ج9ص245 وتنقیح الحامدیہ ج2ص233)

ختنہ کروانا:

اگر لڑکا پیدا ہو تو ولادت کے ساتویں دن ختنہ کرانا مستحب ہے کیونکہ ولادت کے ساتویں دن سے لڑکے کی بارہ

سال عمر ہونے تک ختنہ کرانے کا مستحب وقت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی ولادت کے ساتویں دن ختنے کرائے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسحاق علیہ السلام کے ساتویں دن ختنے کروائے تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تیرہ سال کی عمر میں ختنے کروائے تھے۔ (تکملہ فتح الملہم ج 5 ص 9)

بچہ کا نام رکھنا:

ساتویں دن لڑکے / لڑکی کا اچھا سا نام رکھ دیں، نام رکھنے میں ساتویں دن سے زیادہ تاخیر نہ کریں اور ایسا نام نہ رکھیں جس کے معنی برے ہوں یا اس میں بڑائی یا بزرگی کا مفہوم نکلتا ہو، جیسے عاصی یا عاصیہ جس کے معنیٰ نافرمانی کرنے والا اور نافرمانی کرنے والی کے ہیں یا جیسے شہنشاہ اور امیر الامراء، اس میں بڑائی پائی جاتی ہے یا جیسے برَّہ نیکو کار اس میں بزرگی پائی جاتی ہے وغیرہ۔ (تکملہ فتح الملہم ج 4 ص 214) لڑکے / لڑکی کی ولادت کے دن نام رکھنا بھی جائز ہے۔ (تکملہ فتح الملہم ج 4 ص 220) لڑکے یا لڑکی کا نام کسی نیک اور بزرگ سے رکھوانا مستحب ہے وہ اپنی پسند سے بچہ / بچی کا کوئی نام رکھ دیں۔ (تکملہ فتح الملہم ج 4 ص 220)

بُرا نام بدل دینا چاہیے:

اگر کسی لڑکے یا لڑکی کے نام کے معنیٰ اچھے نہ ہوں، اُس کو بدل دینا چاہیے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ تھا جیسے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا پہلا نام برّہ تھا جس کے معنی نیکی اور بھلائی کے ہیں جس میں اپنی بزرگی کا پہلو نکلتا ہے۔ لہذا آپ نے اس کو بدل کر زینب رکھ دیا، اسی طرح ایک شخص کا نام اصرَم تھا جس کے معنی ہیں زیادہ کاٹنے اور اکترنے والا یہ معنیٰ اچھے نہیں نہیں اس لیے آپ نے سن کر فرمایا نہیں تم زرَّاع ہو جس کے معنی کھیتی کرنے والا ہیں۔ (بخاری و ابوداؤد)

چوتھا سالانہ سہ روزہ تربیتی اجتماع برائے ذمہ داران

مجلس احرار اسلام حلقہ وسطی و بالائی پنجاب پاکستان

13 تا 15 مارچ 2020ء بروز جمعہ تا اتوار، ایوان احرار 69/C نیو مسلم ٹاؤن لاہور

تمام ذمہ داران کو مرکز کی طرف سے جلد ہی دعوت نامہ موصول ہو جائے گا۔ جن حضرات تک کسی بھی وجہ سے اگر نہ پہنچ سکے تو وہ اس اشتہار کو ہی دعوت نامہ تصور کریں اور اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر لازماً اس اجتماع میں شریک ہوں

نوٹ: تمام احباب 12 مارچ بروز جمعرات شام تک ایوان احرار لاہور پہنچ جائیں

شعبۂ تبلیغ تحفظِ ختمِ نبوت مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان / برائے رابطہ، ڈاکٹر محمد آصف: 0300-9522878

علمائے حق نے وراثت نبوت کا حق کس طرح ادا کیا؟

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

علمائے حق، حضرت انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے وارث وجانشین ہیں: ''**العلماء ورثة الأنبياء**'' (بخاری) ان کی وراثت اور نیابت اسی وقت صحیح اور مکمل ہوگی، جب ان کی زندگی کا مقصد اور ان کی کوششوں کا مرکز وہی ہوگا، جو انبیائے کرام کا تھا۔ وہ مقصد زندگی اور وہ مرکز سعی وعمل کیا ہے؟ دو لفظوں میں ''دین خالص'' یا ایک لفظ میں ''توحید'' یعنی اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت اور کامل اطاعت، جو تنہا اسی کا حق ہے۔ اس کو اپنی ذات سے عمل میں لانا اور دوسروں میں اس کے لیے جدوجہد کرنا ''الا للہ الدین الخالص'' اور ''ویکون الدین للہ''۔ ''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا، مگر اس کو یہی حکم بھیجا کہ میرے سوا کسی کی بندگی نہیں، پس میری ہی بندگی کرو''۔ (انبیاء، رکوع:2)

دین خالص سے غفلت:

دینِ الٰہی سے انحراف کا ایک عام سبب غفلت ہے۔ اللہ سے بے تعلقی اور اس کے احکام وفرائض کی طرف سے بے توجہی کا سبب ہمیشہ بغاوت وکفر ہی نہیں ہوتا، بلکہ اکثر اوقات دنیا پرستی اور مادیت ہوتی ہے، عزت وجاہ کا سودا، دولت کا عشق اور معاش میں سر تا پا انہماک آدمی کو معاد سے بالکل غافل کر دیتا ہے۔ مادیت کا ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ سرے سے نجات کا خیال، رضائے الٰہی کے حصول کا شوق اور اس کے عذاب کا خوف دل سے بالکل نکل جاتا ہے اور کھانے پینے اور پہننے کے سوا دنیا میں کوئی فکر باقی نہیں رہتی۔ خدا سے غافل لوگوں کی صحبت اور گناہوں اور عیش میں انہماک دل کو ایسا مردہ کر دیتا ہے کہ اخلاقی حس باطل ہو جاتی ہے۔ نیک وبد اور حلال وحرام کی تمیز جاتی رہتی ہے۔ ایسے غافل اپنے اخلاق واعمال، سیرت وکردار، معاشرت وآداب اور وضع وصورت میں کافروں اور اللہ کے باغیوں سے کچھ زیادہ مختلف نہیں رہتے۔ شراب کے بے تکلف دور چلتے ہیں۔ منہیات ومحرمات کا آزادی سے ارتکاب کیا جاتا ہے، جرائم اور فسق وفجور میں نئی نئی ایجادات کی جاتی ہیں اور ان میں ایسی ذہانت اور ہنرمندی کا اظہار کیا جاتا ہے کہ پرانی امتیں ان کے سامنے مات ہو جاتی ہیں۔ شرع ودین کی کوئی حرمت باقی نہیں رہتی۔ ایسی خدا فراموشی اور خود فراموشی طاری ہو جاتی ہے کہ بھول کر بھی خدا یاد نہیں آتا اور اپنا بھی حقیقی ہوش نہیں رہتا۔

''ان لوگوں کی طرح نہ ہو، جنھوں نے اللہ کو بھلا دیا سو اللہ نے ان کو خود فراموش بنا دیا'' (حشر رکوع:3) یہی وہ لوگ ہیں جن کا حال اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان کیا ہے: ''بے شک جو لوگ ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے اور دنیا

کی زندگی میں مگن اور مطمئن ہیں اور جولوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں۔'' (یونس ع:1)

نیتجتاً و عملاً ایسے غفلت شعار اور آخرت فراموش، منکرین آخرت اور اللہ تعالیٰ ورسول سے بغاوت کرنے والوں سے ممتاز نہیں ہوتے۔ پیغمبروں کی دعوت کے لیے ان کا وجود بھی اسی قدر بے سود اور بعض اوقات سنگ راہ ہوتا ہے، جس طرح مکذبین ومنکرین کا۔ اور بعض اوقات میں مدعیان اسلام، اسلام کے خلاف حجت اور تبلیغ اسلام کی راہ میں غافلین یا منافقین اپنی کثرت یا دنیاوی لیاقت یا کوششوں یا محض وراثت سے مسلمانوں کی مسند حکومت پر قابض ہوجاتے ہیں اور مسلمانوں کی امامت ان کے ہاتھ میں آجاتی ہے۔ یا مسلمانوں کی زندگی میں اتنا اثر ورسوخ پیدا کر لیتے ہیں کہ ان کے اخلاق واعمال عوام کے لیے نمونہ بن جاتے ہیں اور ان کی عظمت اور وقعت دل ودماغ میں جاگزیں ہوجاتی ہے۔ اس وقت ان ''اکابرین مجرمین'' کی وجہ سے غفلت وخدا فراموشی اور غیر اسلامی زندگی کا ایسا دور دورہ ہوجاتا ہے کہ مسلمانوں کی عملداری میں جاہلیت کی حکومت قائم ہوجاتی ہے۔ اور بعض اوقات اس طرزِ زندگی کو کچھ زیادہ مدت گزر جاتی ہے تو اسی کا نام اسلامی تہذیب وتمدّن پڑ جاتا ہے، جس کی مخالفت غیر اسلامی تمدن سے زیادہ مشکل ہوتی ہے۔

ان تمام حالات میں پیغمبروں کے جانشینوں کو کام کرنا پڑتا ہے۔ شاید انسانوں کی کوئی جماعت اتنی مشغول اور فرائض وذمہ داریوں سے اتنی گراں بار نہیں، جتنی نائبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم علماء ومصلحین اسلام کی جماعت ہے۔ جسمانی امراض کے طبیبوں کو بھی کبھی آرام اور فرصت کا موقع میسر آجاتا ہوگا، لیکن ان اطبائے روح کے لیے کوئی موسم اعتدال وصحت کا نہیں۔ بہت سی جماعتیں ایسی ہیں کہ جب ان کی اپنی حکومت قائم ہوجاتی ہے تو ان کی جدوجہد ختم ہوجاتی ہے اور ان کا مقصود حاصل ہوجاتا ہے، لیکن علمائے حق اور ''قَوّامِینَ لِلّٰہِ شُھَدَاءَ بِالْقِسْطِ'' (اللہ کی طرف سے منتظم اور انصاف کی گواہ) جماعت کا کام بعض مرتبہ مسلمانوں کی حکومت میں ختم ہونے کی بجائے کچھ بڑھ ہی جاتا ہے۔ کچھ چیزیں ہیں جو حکومت وطاقت اور دولت وفراغت ہی کے زمانہ میں پیدا ہوتی ہیں اور علمائے اسلام ہی کا فرض ہوتا ہے کہ ان کی نگرانی کریں۔ وہ اپنے فریضۂ احتساب، نگرانی اور اخلاقی ودینی راہ نمائی کے منصب سے سبک دوش نہیں ہوتے۔ اس وقت بھی ان کا جہاد اور ان کی جدوجہد جاری رہتی ہے۔ پوری اسلامی تاریخ میں آپ کو زندہ اور ربانی علماء جو حکومت وقت کے دامن سے وابستہ نہیں تھے یا حقیر جھگڑوں میں مشغول نہیں تھے، دینی مشاغل میں منہمک نظر آئیں گے اور مسلمانوں کا کوئی دور حکومت ان علمائے حق اور ان کی جدوجہد سے خالی نہیں رہا۔

بنی امیہ کا دور مسلمانوں کا شاہانہ عہد ہے۔ بظاہر مسلمانوں کو تمام کاموں سے فرصت ہوگئی ہے۔ مگر علماء کو فرصت نہیں۔ حضرت حسن بصریؒ کی مجالسِ وعظ گرم ہیں۔ جن میں اپنے زمانہ کے منکرات وبدعات کے خلاف تقریر ہورہی ہے۔ اپنے زمانہ کی معاشرت، نظام اور اہل حکومت کی بے دینی پر تنقید ہے۔ نفاق کی علامات اور منافقین کے اوصاف وسیع پیرایہ

میں بیان ہورہے ہیں اور موجودہ زندگی پر ان کو منطبق کیا جارہا ہے۔ خشیت الٰہی اور آخرت کا بیان ہے، جس سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ گئی ہیں اور روتے روتے حاضرین کی ہچکیاں بندھ گئی ہیں۔ سورۃ فرقان کے آخری رکوع ''وعباد الرحمن الذین یمشون علی الأرض هونا'' کی تفسیر ہورہی ہیں اور صحابہ کرامؓ کے چشم دید حالات اور واقعات اس طرح بیان کیے جارہے ہیں کہ اس مبارک دور کی تصویر کھنچ گئی ہے اور صحابہ کرامؓ چلتے پھرتے نظر آرہے ہیں۔ لوگ مجلس سے توبہ کرکے اٹھتے ہیں اور سیکڑوں آدمیوں کی اصلاحِ حال ہورہی ہے۔

بنی عباس کا دور ہے اور امام احمد بن حنبل شاہِ وقت کے ذوق ورجحان اور مسلک کے خلاف مذہبِ اعتزال کی صاف صاف تردید کررہے ہیں اور بدعات کا رد اور سنت کا اعلان کرتے ہیں۔ علمِ کلام اور فلسفہ کے بڑھتے ہوئے رجحان کے مقابلہ میں، خالص سنت اور عقائدِ سلف کی تبلیغ فرمارہے ہیں اور یہ سب اس جرأت واطمینان کے ساتھ کہ گویا مامون ومعتصم کی حکومت نہیں ہے، بلکہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی خلافت ہے۔

بغداد اپنے اوج پر اور بغداد کی تہذیب، دولت، بے فکری اور آزادی عروج پر ہے۔ ہر طرف عیش وغفلت کا سمندر رواں ہے۔ کرخ اور صافہ کے میدانوں میں اور مسجدوں کے سامنے میلے لگے ہوئے ہیں۔ بازاروں میں بڑی چہل پہل ہے لیکن سیکڑوں آدمی، ان تمام دلچسپیوں اور تفریحات سے آنکھ بند کیے ایک طرف چلے جارہے ہیں۔ آج جمعہ کا دن ہے، محدث ابن جوزیؒ کا وعظ ہے۔ سیکڑوں آدمی تائب اور بیسیوں غیر مسلم مسلمان ہورہے ہیں۔ لوگ خلاف شرع امور سے توبہ کررہے ہیں۔

ایک طرف اسی پُرشور اور ہنگامہ زدہ بغداد میں نہایت سکون واطمینان کے ساتھ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا درس، وعظ اور روحانی فیض جاری ہے۔ جس سے عرب وعجم کے لوگ فائدہ اٹھارہے ہیں۔ بڑے بڑے امراء اور شہزادے اپنے عیش ودولت کو خیر باد کہہ کر زہد وفقر کی زندگی اختیار کرتے ہیں۔ بڑے بڑے سرکش اور نشۂ دولت میں مخمور تائب ہوتے ہیں۔ خلافت عباسی کے عین دار الخلافہ میں اور خلیفہ بغداد کی حکومت کے بالکل مقابل اس درویش کی روحانی اور دینی حکومت قائم ہے جس کا سکہ عرب وعجم پر رواں ہے۔

بعد کے تمام عہدوں میں اور حکومت اسلامی کے تمام اطراف واکناف میں، سلاطین وامراء کے بالمقابل تمام دوسری دلچسپیوں، دعوتوں، تحریروں اور مشاغل کے ساتھ علماء حق کی یہ کوششیں اور ان کے مراکز، مساجد، مدارس، خانقاہوں میں مجالس وعظ کے اندر باضابطہ اور بے ضابطہ احتساب جاری رہا۔

علمائے حق کا یہی بدقسمت یا خوش قسمت گروہ ہے جس کو مسلمان بادشاہوں اور ان کے کارکنان کے ہاتھوں (جب کہ دوسروں کو سیم وزر کی تھیلیاں اور عہدوں کے پروانے ملتے تھے) دار ورسن اور تازیانوں کے انعامات ملے۔ اسی

گروہ کے کتنے افراد کو ایک مسلمان حاکم (حجاج) کے ہاتھوں شہادت کی سرخ خلعت ملی۔ پھر اسی گروہ کے ایک مقتدر فرد حضرت امام ابوحنیفہؒ کو منصور عباسی کے ہاتھوں زہر کا جام نوش کرنا پڑا۔ پھر اسی گروہ کے دوسرے امام حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو سب سے بڑے روشن خیال مسلمان بادشاہ مامون کے زمانہ میں پابہ جولاں اور اسیر زنداں ہونا پڑا اور اس کے جانشین معتصم کے ہاتھوں تازیانے کھانے پڑے۔ آخر زمانہ میں بھی کیسے کیسے عادل و دادگر مسلمان فرماں رواؤں کے ہاتھوں کیسے کیسے جلیل القدر علماء پر بیداد ہوئی، جہانگیر کی زنجیرِ عدل مشہور ہے، مگر حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے پاؤں میں بھی زنجیر پڑی اور ان کو اپنے اظہارِ حق کے صلہ میں گوالیار کے قلعہ میں محبوس ہونا پڑا۔

ان کارناموں اور خدمات کے علاوہ (جو حاملین دین اور محافظین شریعت کے فرائض منی ہیں) جن کو ہم اس حیثیت سے دفاعی کہہ سکتے ہیں کہ وہ شرک و کفر، بدعت اور غفلت کے مقابلہ میں اسلام کی حفاظت کی کوششیں ہیں اور دین کی مسلسل جدوجہد ہے، جو قیامت تک جاری رہے گی۔ ''**لا یزال طائفة من امتی ظاهرین علی الحق لایضرهم من خذلهم**'' (أو کما قال) ''**الجهاد ماض الی یوم القیامة**'': میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر علانیہ قائم رہے گا، کسی کے مدد نہ کرنے سے اس کو کچھ نقصان نہ پہنچے گا''۔ ''جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔'' لیکن ان کے علاوہ اور خدمتیں ہیں، جو ہر زمانہ کے علماء کے ذمہ ہیں اور علمائے ربانی ان کو انجام دیتے رہے ہیں۔

(1) اسلامی فتوحات سے کم تر اور مبلغین، صلحا و صوفیاء اور بعض مسلمانوں کے اخلاق اور محبت کے اثر سے بیشتر مسلمانوں کے مفتوحہ ممالک میں لاکھوں آدمیوں نے اسلام قبول کیا اور پوری پوری برادریاں اور بڑے بڑے خاندان اسلام میں داخل ہوگئے۔ لیکن ان کی تعلیم وتربیت کا کوئی انتظام نہ کیا جاسکا اور ان پر اسلام کی تعلیمات کا کوئی اثر نہ پڑ سکا یا اگر ان پر کوئی اثر پڑا تو ان کے بعد کی نسلوں میں یہ اثر باقی نہ رہ سکا اور رفتہ رفتہ اس کے سوا ان کو کچھ یاد نہ رہا کہ ہمارے باپ دادا مسلمان تھے اور انھوں نے کسی زمانہ میں اسلام قبول کیا تھا اور سوائے اسلامی نام اور کلمہ طیبہ کے الفاظ کے ان کے پاس اسلام کا کوئی نشان باقی نہ رہا۔ کچھ دنوں کی اور بے توجہی کے بعد اسلامی نام بھی باقی نہ رہا اور کلمہ طیبہ سیکڑوں میں سے چند کے سوا کسی کو یاد نہ رہا، مگر اپنے مسلمان ہونے کا اعتراف باقی رہا، پھر وہ بھی مٹنے لگا اور اس وقت باقاعدہ ان کا ارتداد عمل میں آنے لگا۔

ہندوستان جیسے ملک میں، جہاں خاص حلقہ کے باہر اسلام کی بنیاد ہمیشہ کم زور رہی، اس کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں۔ بعض علمائے ربانی نے اپنے زمانہ میں، ان علاقوں اور دیہاتی رقبوں کی طرف توجہ کی اور بعض مسلمان قوموں اور برادریوں کو ازسرِ نو مسلمان بنایا، ان میں تبلیغی دورے کیے، وعظ و نصیحت، اختلاط، آمد و رفت اور اپنے اخلاق و تالیف قلب سے ان کے دل مٹھی میں لیے۔ ان کو مرید کرکے ان کو توحید و اتباع سنت کے راستہ پر لگایا، شرک و بدعت سے تائب کیا، جاہلانہ رسمیں، غیر مسلموں کی وضع وصورت اور کفر وجاہلیت کے شعار چھڑائے، ان میں اخلاق وانسانیت پیدا کی، پابند فرائض اور

خوش اوقات بنایا، علم کا شوق دلایا اور تعلیم کو رائج کیا اور ان میں سے لائق افراد کو چھان کر اور اپنے پاس رکھ کر ان کی تربیت وتعلیم کی۔ پھر ان سے اپنی قوم اور دوسری جماعتوں کی تبلیغ واصلاح کا کام لیا۔ یہ تبلیغی کام جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے طریق کار سے سب سے زیادہ ظاہری مشابہت رکھتے ہیں ان کے دوسرے کارناموں کے مقابلہ میں کسی طرح کم اہم نہیں۔

(2) قرآن وحدیث اسلام کی طاقت کا اصلی سرچشمہ ہیں، جن سے ہمیشہ طاقت اور روشنی حاصل کی جاسکتی ہے اور جن کے ذریعہ سے ہر زمانہ میں مسلمانوں کے کم زور سے کم زور ڈھانچہ میں روح پھونکی جاسکتی ہے۔ شرک وکفر، بدعت وغفلت کے خلاف سب سے کارگر حربہ، قرآن وحدیث کا علم اور ان کی اشاعت ہے، ان کا صحیح علم اور ان کی روشنی جس قدر پھیلتی جائے گی، کفر وجہالت کی تاریکیاں دور ہوتی جائیں گی، اس لیے ہزار تبلیغوں کی ایک تبلیغ ان کی نشر واشاعت ہے۔

انبیائے کرام کی بڑی خصوصیت ان کی ہم آہنگی اور یک آہنگی ہے، یعنی وہ سب ایک بات کہتے ہیں اور ایک ہی بات کہتے رہتے ہیں، وہ کیا؟ ''اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو، تمہارا معبود اس کے سوا کوئی نہیں۔'' (سورۃ ہود، ع:8) ان کے جانشینوں کی بھی یہی خصوصیت ہوتی ہے کہ ان کی تمام کوششوں اور ان کی زندگی کے متنوع مشاغل کا ہدف بھی ایک ہوتا ہے۔ جو ''دعوت الی اللہ'' ہے درس وتدریس، وعظ وتقریر، تبلیغ وتذکیر، تصنیف وتالیف، سلوک وتصوف، بیعت وارشاد، سب سے غرض خلق خدا کو اللہ کی طرف بلانا، اللہ سے ملانا اور اللہ ہی کا بنانا ہوتا ہے، ان کے مشاغل متنوع اور مختلف ہوسکتے ہیں، مگر سب کا مرکز اور مقصد ایک ہوتا ہے، وہ سب کچھ کہتے ہیں، مگر درحقیقت ایک ہی بات کہتے ہیں اور بار بار کہتے ہیں۔

فطرت کا سرود ازلی اس کے شب وروز
آہنگ میں یکتا صفت سورۂ رحمٰن

حضرت نوح علیہ السلام کی طرح وہ بھی ان مشاغل اور مختلف طریق تبلیغ کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں:

''اے رب! میں بلاتا رہا اپنی قوم کو رات اور دن، پھر میں نے ان کو بلایا برملا، پھر میں نے ان کو کھول کر اور چھپ کر کہا، چپکے سے کہا۔'' (سورۂ نوح، ع:1) یہ وعظ، یہ درس اور یہ انفرادی واجتماعی کوششیں، یہ ظاہری ومخفی تدبیریں، یہ تذکیر وتزکیہ اور یہ توجہات اور انفاس قدسیہ (سب دین کی دعوت وتبلیغ کے) اعلان واسرار ہی کی شکلیں ہیں۔

ملفوظات حضرت علامہ محمد عبداللہ رحمہ اللہ

عامر خاکوانی

پچھلے کالم میں احمد پور شرقیہ کے ممتاز عالم دین اور مدرس علامہ عبداللہ کا ذکر آیا۔ مولانا عبداللہ کی کتابوں کے حوالے سے گزشتہ نشست میں لکھا تھا۔ ان کا مجموعہ ''تالیفات علامہ عبداللہ'' کے نام سے شائع ہوا ہے۔ خلافت وملوکیت پر نقد کے حوالے سے ان کی کتاب ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تنقید'' مشہور ہوئی۔ مولانا عبداللہ نے ''خطبات بہاولپور کا علمی جائزہ'' کے نام سے ڈاکٹر حمید اللہ کے مشہور خطبات میں بیان کئے گئے بعض علمی تفردات پر گرفت کی اور حق ادا کر دیا۔ مولانا عبداللہ کے سوانح اور افکار کی تفصیل ''تذکرہ مولانا عبداللہ'' کے نام سے ایک کتاب میں موجود ہیں۔ اس میں ایک باب ملفوظات وارشادات کے نام سے ہے۔ اس درویش عالم دین کی باتیں قارئین سے شیئر کر رہا ہے تاکہ نافع علم دوسروں تک پہنچ سکے۔

مولانا عبداللہ نے ایک دن فرمایا: ''کشف اور فراست میں فرق ہے۔ کشف تو یہ ہے کہ کوئی آدمی راستہ میں آ رہا ہے، اس کو یہیں بیٹھے دیکھ لیا اور وہ آ بھی گیا۔ یہ کشف تھا۔ جبکہ فراست دل کی گواہی دینے کو کہتے ہیں۔ اس کو الہام بھی کہا جاسکتا ہے۔ شیخ یا پیر کو اسی الہام، فراست کے ذریعے ہی طالب یا مرید کے امراض باطنی معلوم ہو جاتے ہیں۔ فراست اور عقل ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ہیں۔ عُقلا کو عقل کے ذریعے باتیں معلوم ہو جاتی ہے، لیکن عقل اور فراست میں بھی کچھ فرق ہے۔ عقل تو اسباب ظاہری سے استدلال کرتی ہے اور فراست محض وجداناً محسوس کرتی ہے۔

فرمایا: سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں برکت کا ایک راز ہے، وہ یہ کہ جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیئت اختیار کرتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کو محبت اور پیار آتا ہے کہ میرے محبوب کا ہم شکل ہے۔

فرمایا، حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک زمانے آنے والا ہے جس میں درہم و دینار مسلمانوں کے لئے سب چیزوں سے بہتر ہوگا۔ پھر فرمایا کہ اب وہی زمانہ چل رہا ہے، اس میں کچھ روپیہ پیسہ بچا کر رکھنا تقویٰ یا ولایت کے خلاف نہیں۔ بلکہ ولایت کہتے ہیں اطاعت اور عبدیت کو، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو سال بھر کا خرچ ایک ساتھ دے کر ظاہر فرما دیا کہ سال بھر تک خرچ ذخیرہ رکھنا اعلیٰ سے اعلیٰ توکل کے بھی خلاف نہیں۔ مزید فرمایا کہ حضرت سفیان ثوریؒ کا زہد وتقویٰ بہت بڑھا ہوا تھا، ہارون الرشید کے خط کو ہاتھ سے چھوا تک نہیں تھا بلکہ دور سے لکڑی سے الٹ کر کھولا تھا۔ وہی سفیان ثوری ہم لوگوں کے لئے فرما گئے ہیں کہ جس کے درہم ہوں، اس کو چاہیے کہ ان کی قدر کرے کیونکہ

اب وہ زمانہ ہے کہ جب آدمی کے پاس کچھ نہیں ہوتا تو اس کی اول مشق دین پر ہوتی ہے۔ مولانا عبداللہ نے پھر فرمایا کہ مثنوی شریف میں ایک حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ اسباب کے ذریعے مسبب الاسباب پر نظر کرو، اس طرح یہ اسباب اللہ سے ملنے کا ذریعہ بن جائیں گے۔ پھر کہنے لگے، میاں میرا تو مشورہ یہی ہے کہ کچھ نہ کچھ پس انداز کر کے رکھ لیا کرو۔ ورنہ میرا مشاہدہ ہے کہ تنگ دستی اور فقر میں انسان کی نیت اکثر ڈانواں ڈول ہوجاتی ہے اور وہ دوسروں کے حقوق مارنے لگتا ہے۔

فرمایا کہ شیخ یا پیر کا ولی ہونا ضروری نہیں اور مقبول عنداللہ ہونا بھی ضروری نہیں۔ ہاں فن کا جاننا اور اس میں مہارت ضروری ہے جیسا کہ ڈاکٹر یا طبیب کا پرہیز گار ہونا ضروری نہیں، فن کا جاننا ضروری ہے۔ اسی طرح اگر اعمال صالحہ ہوں، تقویٰ ہو، ولایت حاصل ہوجائے گی گو شیخ نہ ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اگر شیخ ولی بھی ہو تو اس کی تعلیم میں برکت زیادہ ہوگی۔

فرمایا کہ دوسروں پر اعتراض سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کرو۔ اگر کہیں ایسا موقعہ آئے تو دوسروں کے محاسن اور خوبیوں پر نگاہ کرو اور اپنے معاصی اور عیب پر نظر رکھو۔ اس سے نظر میں وسعت پیدا ہوگی۔ پھر فرمایا کہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی فرمایا کرتے تھے کہ نظر جس قدر وسیع ہوتی جاتی ہے، اعتراض واختلاف کم ہوتا جاتا ہے۔ سوال ہوا کہ تعلق مع اللہ پیدا کرنے کا آسان طریقہ کیا ہے؟ فرمایا کہ اہل اللہ کی صحبت اختیار کرو، ذکر اللہ اور مراقبہ کرو۔ عرض کیا گیا کہ کیسا مراقبہ؟ فرمایا کہ دنیا فنا ہونے کا، اپنی موت کا مراقبہ، آخرت کی بقا واثبات کا اور اللہ کے انعامات واحسانات کا اور ثواب اور عتاب کا مراقبہ۔

فرمایا کہ ایک قول پڑھا تھا کہ کسی بادشاہ کے خزانے میں دوسرے ملک سے کوئی موتی آئے تو خود بادشاہ بھی اس موتی کی قدر کرتا ہے۔ ندامت کے آنسو آنکھوں سے زمین پر گریں تو وہ اللہ تعالیٰ کے شاہی خزانے میں فوراً قبول ہوجاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عظمت وعزت اور جلال تو ہے وہاں ندامت نہیں، لہٰذا اپنے بندوں کے اشک ندامت کی بڑی قدر فرماتے ہیں اور شہیدوں کے خون کے برابر وزن فرماتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ حدیث قدسی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مجھے گنہگاروں کی توبہ واستغفار میں رونے کی آواز تسبیح پڑھنے والوں کی بلند آواز سے زیادہ محبوب ہے۔

فرمایا کہ حضرت ابوالحسن شاذلی کا قول پڑھا تھا جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ وہ یہ کہ جب اللہ تعالیٰ تمہیں کسی چیز میں اختیار دیں تو مختار ہونے سے بچو بلکہ اپنے اختیار کو اللہ کی پسند میں فنا کرو کیونکہ تم نتائج سے بے خبر ہو۔

ایک دن واقعہ سنایا کہ مولانا سید سلیمان ندوی جامعہ عباسیہ تشریف لائے تو مولانا صادق بہاولپوری صاحب سے ملاقات میں نصاب سے متعلق گفتگو کے دوران فرمایا کہ مولانا آپ نے اپنے نصاب میں قرآن کے لئے بہت تھوڑا وقت رکھا ہے۔ مولانا صادق نے جواب میں کہا میں نے تو کم وبیش دس سال قرآن کو پڑھنے کے لئے نصاب میں رکھے ہیں۔ اس پر سید صاحب حیران ہوئے اور پوچھا کہ کیسے؟ مولانا صادق نے جواب دیا کہ میں عجمی تھا، جبکہ قرآن عربی میں

ہے تو میں نے اس کی زبان سیکھنے کے لئے عربی صرف ونحو سیکھنا شروع کیا، اس پر میں نے کچھ عرصہ لگایا۔ پھر میں نے دیکھا کہ قرآن اکثر مقامات پر استدلال سے کام لیتا ہے تو میں نے اس کے لئے منطق وفلسفہ پڑھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ قرآن سابقہ امتوں کے تذکرے کرتا ہے تو اس کے لئے مجھے تاریخ امم سابقہ پڑھنا پڑی۔ میں نے دیکھا کہ قرآن حکیم ایک حکم اور اصول بیان کر کے تفصیل کے لئے حدیث پاک کی طرف رجوع کرنے پر مجبور کر دیتا ہے تو میں نے حدیث پاک پڑھی۔ یوں مولانا صادق نے تمام علوم جو نصاب میں شامل تھے، ایک ایک کر کے سب گنوا دیئے اور یہ بھی ثابت کر دیا کہ دراصل یہ تمام علوم قرآن ہی کو سمجھنے کے لئے پڑھائے جاتے ہیں۔ اس پر سید صاحب مسکرائے اور بولے مولانا آپ نے اپنے زور علم سے بات بنا تو لی ہے، مگر اس طرح عام طور پر لوگ مانتے نہیں۔

علماءِ عصر کا تذکرہ ہوتا تو مولانا عبداللہ فرماتے کہ علما سے متعلق مجھے سب سے زیادہ فکر رہتی ہے کیونکہ اس طبقہ کو انبیاء کا وارث فرمایا گیا ہے۔ اتنی بڑی وراثت کو سنبھالنے کے لئے استعداد بھی اتنی ہی چاہیے۔ جتنا بڑا منصب ہوگا، اتنے ہی بڑے تقاضے۔ فی زمانہ علما میں اور کچھ نہ ہو تو کم از کم تین وصف ہونے چاہئیں، تعلق مع اللہ، قناعت پسندی اور رسوخ فی العلم۔ تعلق مع اللہ کمزور ہو جائے تو دنیا کا غلبہ انہیں مفاد کی بھینٹ چڑھا دیتا ہے۔ قناعت پسندی انہیں لوگوں کی محتاجی سے محفوظ رکھے گی جو ان کے منصب کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ فی زمانہ علما نے مطالعہ چھوڑ رکھا ہے، اگرچہ کچھ علما قرآن وحدیث کے ساتھ ساتھ قدیم علوم کا ذوق بھی رکھتے ہیں لیکن انہیں عصری علوم یعنی جدید علوم سے مناسبت نہیں جبکہ فی زمانہ جدید علوم کا جاننا علماءِ وقت کے لئے بہت ضروری ہے۔

سوال کیا گیا نوجوان نسل کو کیا کرنا چاہیے؟ فرمایا، اہل علم اور صلحا کی صحبت اختیار کرنی چاہیے۔ کہنے لگے کہ مرزا مظہر جانِ جاناں سے کسی نے سوال کیا کہ اگر آپ کو لیلۃ القدر نصیب ہو تو کیا دعا کریں گے؟ فرمایا، ''نیک لوگوں کی صحبت کی دعا کروں گا۔''

(مطبوعہ: دلیل ڈاٹ پی کے۔ 19-1-2020)

Saleem&Company
Bahar Chowk, Masoom Shah Road, Multan.
SC
SINCE 1968
Manufacture of Quality Furniture, Government Contractors, Electronics & General Order Suppliers
سلیم اینڈ کمپنی
فون نمبر: 061-4552446
Email:saleemco1@gmail,com
بہار چوک معصوم شاہ روڈ ملتان

فلم میں صرف مذہبی حلقہ ہی ٹارگٹ کیوں

ڈاکٹر عمر فاروق احرار

فلم ''زندگی تماشا'' عرفان کھوسٹ کے بیٹے سرمد کھوسٹ فلم کے ہدایت کار ہیں اور نرمل بانو اس کی رائٹر ہیں۔ فلم کا موضوع عدم برداشت ہے اور یہ عدم برداشت کی کہانی صرف مذہب کے گرد گھومتی ہے۔

فلم کے ٹریلر میں عندیہ دیا گیا تھا کہ فلم میں مذہب کا لبادہ اوڑھے لوگ کس طرح اپنے مقاصد حاصل کرتے ہیں۔

فلم میں ایک نعت خواں کو ٹارگٹ کیا گیا ہے۔ جس سے ایک غلطی ہو جاتی ہے اور اس غلطی کے باعث اس کی زندگی کو فلم میں تماشا بنا کر مذہب کو بازیچہ اطفال بنا دیا گیا ہے۔

فلم کے ٹریلر اور اس کے مندرجات نے مسلمانوں کے دل دکھا دیے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عدم برداشت کو صرف مذہبی طبقہ کے ساتھ ہی کیوں مخصوص کر کے پیش کیا گیا ہے۔ پاکستان جہاں قانون توہین رسالت اور قادیانیوں کا غیر مسلم قرار دیا جانا بیرونی قوتوں کے نزدیک عدم برداشت اور ظالمانہ رویہ کا ترجمان ہے۔

اب اس بیرونی ایجنڈے کو فلم کے پردہ میں پاکستانی عوام کے ذہنوں پر مسلط کرنے کی ایک قابل مذمت کوشش ہے۔ یاد رہے کہ بیرونی قوتیں اس فلم پر اس حد تک جی جان سے قربان ہو رہی ہیں اور اس پر اس قدر صدقے اور واری نیاری ہیں کہ فلم کے ریلیز ہونے سے چار ماہ پیشتر ہی فلم کو بوسان فیسٹیول میں دیے جانے والے ایوارڈ کم جیسوئنگ' کے لیے نامزد کر لیا گیا ہے جو دنیا بھر سے پیش کی جانیوالی سب سے نمایاں فلم کو دیا جائے گا۔

پاکستان ایک اسلامی ملک ہے اور ہمارے وزیر اعظم پاکستان کو مدینہ کی ریاست بنانے کا عزم رکھتے ہیں۔ کیا ایسے فلمی بلاسٹ پاکستان کے نظریاتی تشخص کو برباد کرنے کے مترادف نہیں ہیں۔ یہ قوم آٹے اور چینی کے بحران کو برداشت کر سکتی ہے، مگر اسلام کی توہین اور وطن عزیز کی سلامتی کے منافی کسی بھی اقدام کو ایک لمحہ کے لیے برداشت نہیں کر سکتی۔ اگر سیاست دانوں کے کردار کے خلاف 2016 میں بننے والی فلم ''مالک'' پر پابندی عائد کی جاسکتی ہے تو اسلام اور مسلمانوں کی تضحیک اور توہین کرنے پر فلم ''زندگی تماشا'' کیوں قانون کی گرفت میں نہیں لائی جاسکتی؟ (تازہ اطلاعات کے مطابق سرکار کی جانب سے سندھ اور پنجاب میں عارضی طور پر نمائش روک دی گئی ہے، مگر ضرورت پورے ملک میں مکمل اور مستقل پابندی کی ہے۔ ادھر سرمد کھوسٹ نے پنجاب حکومت کے حکم کو عدالت میں چیلنج بھی کر دیا ہے)

احوال امت اور ہم نوجوانانِ اسلام

جمشید حامد ملتانی

امت مسلمہ کے احوال میں بطور مثال صرف شام کے المیہ کو ہی دیکھ لیا جائے۔شام کے موجودہ حالات پر شاید میری باتیں تلخ ہوں لیکن حقیقت پر مبنی ہوں گی۔شام خود ایک ایسی تلخ حقیقت بن گیا ہے کہ مسلم اُمہ کے لیے جس کے ادراک کے بعد ہر راحت بے مزہ ہو کر رہ گئی ہے۔

شام کے مسلمانوں کی زندگی دہکتی آگ میں گزر رہی۔وہ ہر دن جل رہے ہیں نہ اُن کو کھانا میسر ہے نہ پینا، نہ تعلیم اور نہ طبی امداد۔اس ترقی یافتہ دنیا میں انسانی حقوق کی سب عالمی تنظیمیں شام کے معاملے میں سرگرم ہونے کے بجائے خاموش تماشائی بنی ہوئی ہیں۔شاید شام کے مسلمانوں کا شمار انسانوں میں نہیں ہوتا۔اسی لیے انسانی حقوق تنظیمیں شام کے معاملے میں کوئی بات نہیں کرتی اور نہ کوئی کردار ادا کرتی ہیں۔جیسے ہی اِن کے سامنے شام کے متعلق کوئی بات ہوتو یہ آنکھوں سے اندھے اور کانوں سے بہرے ہو جاتے ہیں۔حالانکہ شام نئے اور خطرناک ہتھیاروں کی تجربہ گاہ بن گیا ہے لیکن پھر بھی سب خاموش ہیں۔اقوام متحدہ اور انسانی حقوق کی تنظیمیں بھی۔

یوں تو ہر دہشت گردی کا ذمہ دار مسلمانوں کو ٹھہرایا جاتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ کھلی دہشت گردی مسلمانوں کے ساتھ ہو رہی ہے اور کوئی کچھ کہنے والا نہیں ہے۔جہاں کہیں بھی انسانوں پر شدید ظلم ہو رہا ہو تو یقین کیا جا سکتا ہے کہ وہ ضرور مسلمان ہی ہوگا۔اس سے بڑھ کر ظلم یہ ہے کہ مغربی ممالک کی مسلم دشمن تنظیمیں مسلمانوں کو زندگی کی دوڑ میں پیچھے دھکیلنے اور معاشی طور پر کمزور سے کمزور تر کرنے کیلئے ہر قسم کی سازشیں کر رہے ہیں۔اور اس جنگ میں اپنے عزائم کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کیلئے اپنی دولت کا ایک بہت بڑا حصّہ خرچ کر رہے ہیں اور ساتھ ہی اپنی افواج، تھنک ٹینک اور خفیہ اداروں کی مدد سے مسلمانوں کو شدید قسم کا نقصان پہنچا رہے ہیں۔آج کا مسلمان دشمنوں کے ایسے شکنجوں میں جکڑ چکا ہے جس سے نکلنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق اور بہت ہی سوچ سمجھ کی ضرورت ہے اور دشمنوں کے یہ شکنجے کئی صورتوں میں ظاہر ہو چکے ہیں۔پیرویٔ مغربی اب ہمارے ظاہری احوال میں بھی غالب آتی جا رہی ہے۔ہمارے نوجوانوں کے لباس، ہماری گفتگو اور فارغ اوقات کی مصروفیت میں فحاشی وعریانی کا پھیلنا، موسیقی (Bigo, Facebook,Tiktok, Likee,) اور نجانے کتنی مزید لایعنی اور گناہ آموز آلات واسباب کے ذریعے مسلمانوں کی نئی نسل کو بے مقصدیت کے گہرے کنوؤں میں ڈال کر ان کے دلوں کو مُردہ، حق پرستی اور مدافعت حقوق کے جذبات میں پست اور حقیقی مقصد سے دور

کیا جارہا ہے۔ اگر ان احوال پر بروقت قابو نہ پایا گیا اور تدارک نہ ہوا تو آنے والا وقت اس سے بھی زیادہ بھیانک ہوگا۔
اس ابلیسیت سے محفوظ رہنے کیلئے سب سے پہلے مسلمانوں کو اپنی حقیقت کو پہچاننا ہوگا۔ ہمیں یہ جاننا ضروری ہے کہ ہم کون ہیں اور ہم نے اپنی شناخت جو بھی طے کی ہے وہ کس وجہ سے ہے۔ سمجھداری سے کام لیتے ہوئے آپس میں اتحاد قائم کرنا، فرقہ واریت ختم کرنا اور اپنی تعلیمات کو اللہ کے نظام وقوانین کے مطابق درست کرنا لازمی ہے۔ اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو ہمیں ذلت اور رسوائی سے کوئی نہیں بچا سکتا کیونکہ اللہ پاک نے حقیقی ایمان اور اللہ کے نظام وقوانین کو چھوڑ کر جعلی ایمان اور دنیاوی نظام وقوانین کو اختیار کرنے والوں کے بارے میں قرآن شریف میں مذکورہ ارشاد کا مفہوم کچھ یوں ہے:

ایسی قوم کو راہِ راست کیسے نصیب ہوسکتی ہے، جس نے اللہ کے نظام وقوانین پر عمل پیرا ہونے کے بعد پھر ان کے خلاف زندگی بسر کرنا شروع کردی، حالانکہ وہ خود اس بات پر شاہد ہیں کہ ان کے رسول نے، اللہ کے نظام کو عملی شکل دے کر ،اور دُنیا کے سامنے اس کے واضح نتائج پیش کر کے، اس کا حق ہونا ثابت کر دیا تھا۔ سو ظاہر ہے ایسی ظالم قوم، اللہ کی دی ہوئی رہنمائی سے فیضیاب نہیں ہوسکتی۔ یہ قوم اللہ کے نظام کے ثمرات سے اور کائناتی قوتوں کی برکات سے محروم رہے گی، اور اقوامِ عالم بھی انہیں ذلیل وخوار سمجھ کر ان پر پھٹکار کرتی رہیں گی۔ یہ ذلت وخواری ان پر ہمیشہ مسلّط رہے گی اور کسی طرح کے زبانی جمع خرچ سے ان کے عذاب میں کمی واقع نہ ہوسکے گی۔ اور نہ ان کے اعمال کے نتائج نکلنے میں دیر ہوگی۔ ہاں اگر یہ لوگ غلط روشِ زندگی کو چھوڑ کر پھر سے اللہ کے نظام وقوانین کی طرف لوٹ آئیں، اور اپنی ذات اور معاشرہ کی اصلاح کرلیں تو انہیں پھر سے اللہ کے نظام کا تحفظ اور اس کی رحمت حاصل ہوسکتی ہے۔ (سورت آل عمران، آیت: ۸۶تا۸۹)

اسی طرح اتحاد اور وحدت کی ضرورت پر بھی کچھ کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ جب تک ہم مسلمانوں کا آپس میں اتحاد نہیں ہوگا تو کوئی بھی ایسے ہی ہمیں نقصان پہنچاتا رہے گا اور ہمارے درمیان اتحاد نہ ہونے کی وجہ فرقہ واریت ہے۔ ہماری زندگی میں توحید کی مرکزی حیثیت کا ختم ہوجانا اور دلوں میں ایمان اور اس کا جذبہ ختم ہونا بھی بڑی وجہ ہے۔ یہ سب قرآن پاک کی روح کو خود سے ہم آہنگ نہ کرنے اور اللہ کے نظام کے مطابق زندگی بسر نہ کرنے کی وجہ سے ہوا ہے۔

اسی لیے لوگوں میں دین کا جذبہ نہیں رہا اور مسلمان خود دوسرے مسلمان کے حق کے لیے کوئی بھی کردار ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ آج ہم افراتفری کے دور میں ہیں جو کہ قیامت کا نزدیک ترین وقت ہے۔ آج شام، فلسطین، برما، کشمیر اور نہ جانے کتنی بے شمار جگہیں ہیں جہاں مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے جارہے ہیں۔ اگر ہم نے اللہ کے نظام کے مطابق اپنے احوال کی فکر نہ کی تو ایسے ہی مزید ذلت اور رسوائی کا سامنا ہوگا۔ اور اگر ہم نے اپنے نظام کر درست کرلیا تو اِس میں کوئی شک نہیں (اللہ) ضرور مظلوم مسلمانوں کا ساتھ دے گا اور کافر کو شکست کا سامنا ہوگا۔

یادِ مکہ

حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

مجھے فرقت میں وہ کر پھر وہ مکہ یاد آتا ہے
وہ زمزم یاد آتا ہے وہ کعبہ یاد آتا ہے
جہاں جا کر میں سر رکھتا جہاں میں ہاتھ پھیلاتا
وہ چوکھٹ یاد آتی ہے وہ پردہ یاد آتا ہے
کبھی وہ دوڑ کر چلنا کبھی رک رک کے رہ جانا
وہ چلنا یاد آتا ہے وہ نقشہ یاد آتا ہے
کبھی چکر لگانا حاجیوں کی صف میں لڑ بھڑ کر
وہ دھکے یاد آتے ہیں وہ جھگڑا یاد آتا ہے
کبھی پھر ان سے ہٹ کر دیکھنا کعبہ کو حسرت سے
وہ حسرت یاد آتی ہے وہ کعبہ یاد آتا ہے
کبھی جانا منیٰ کو اور کبھی میدانِ عرفہ کو
وہ مجمع یاد آتا ہے وہ صحرا یاد آتا ہے
وہ پتھر مارنا شیطان کو تکبیر پڑھ پڑھ کر
وہ غوغا یاد آتا ہے وہ سودا یاد آتا ہے
منیٰ میں لوٹ کر پھر وہ دنبہ کا ذبح کرنا
وہ سنت یاد آتی ہے وہ فدیہ یاد آتا ہے
وہ رخصت ہو کے میرا دیکھنا کعبہ کو مڑ مڑ کر
وہ منظر یاد آتا ہے وہ جلوہ یاد آتا ہے
نگاہِ شوق جب اٹھتی ہے رب البیت کی جانب
نہ کعبہ یاد رہتا ہے نہ مکہ یاد آتا ہے

نعت

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

سبز و شاداب گلستانِ تمنا ہووے
کاش مسکن مرا صحرائے مدینہ ہووے

ہند میں گرم تپش یوں دل مضطر ہے مدام
دام میں جیسے کوئی مرغ تڑپتا ہووے

مجھ کو بھی روضۂ اقدس کی زیارت ہو نصیب
زہے قسمت جو سفر سُوے مدینہ ہووے

جب کہیں قافلے والے کہ مدینہ کو چلے
شوق میں پھر تو مرا اور ہی نقشا ہووے

ننگے پاؤں وہیں ہوجاؤں میں اٹھ کر ہمراہ
تن میں جامہ بھی مرے ہو کہ برہنا ہووے

یوں چلوں خاک اڑاتا ہوا صحرا صحرا
جیسے جنگل میں بگولا کوئی اڑتا ہووے

گرم جو لان رَوِش برق ہوں شاداں خنداں
پاؤں پر پاؤں مرا شوق میں پڑتا ہووے

کانٹے تلووں میں چُھبیں برگ گل تر سمجھوں
خاک جو اڑ کے پڑے آنکھوں میں سرما ہووے

ایسی صورت سے درِشاہ عرب پر پہنچوں
حال جیسے کسی ناچیز گدا کا ہووے

گرد آلودہ بدن خاک ملے چہرہ پر
اک تہ بند پھٹا سا کوئی کرتا ہووے

خار پاؤں میں چھبے بال ہوں سر کے بکھر
فکر سوزن ہو نہ کچھ شانہ کا سودا ہووے

یہ غلام آپ کا حاضر ہے قدم بوسی کو
وصل کا آج اشارہ شہ والا ہووے

مری بیتا بی و مسکینی پر رحم آئے ضرور
خود درِ حجرہ والائے نبی وا ہووے

دوڑ کر سر قدم پاک پہ رکھ دوں اپنا
دھیان کس کو ادب و بے ادبی کا ہووے

کبھی چوموں کبھی آنکھوں سے لگاؤں وہ قدم
خاک پا آپ کی ان آنکھوں کا سرما ہووے

گوہرِ اشک نثار قدم پاک کروں
جز تہی دستی جو کچھ اور نہ تحفہ ہووے

اور جب روئے مبارک کی تجلی دیکھوں
جلوہ طور بھی آنکھوں میں تماشا ہووے

سن کے اس شوق کو کہتے ہیں ملائک بھی غریب
فضلِ حق سے تری حاصل یہ تمنا ہووے

طیبہ بھی معطّر ہے

محمد فیاض عادلؔ فاروقی

مکہ بھی منوّر ہے، طَیبہ بھی مُعطّر ہے
اک حسن کا منظر ہے، اک عشقِ سراسر ہے
یثرب کے شبستاں پر قربان اجالے ہیں
جو کیف وہاں پر ہے وہ کیف کہاں پر ہے؟
طَیبہ کے فقیروں میں، تُو مجھ کو بھی لکھ یا رب
یہ فقر کی دولت ہی سب مال ہے، سب زر ہے
کہتے رہیں مجھ کو سب دیوانہ و مستانہ
یہ شوق کی مستی ہی ہر ہوش سے بڑھ کر ہے
دنیا میں کہیں ڈھونڈیں، قیمت ہی نہیں اِس کی
یہ عشق کا گوہر وہ انمول سا گوہر ہے
عادلؔ تری رحمت کی امید پہ ہے نازاں
مالک! تری رحمت کا کوئی بھی نہ ہمسر ہے

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپئیر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

ابوالکلام

(غیر مطبوعہ، الہلال کی مکمل فائل کی اشاعت پر لکھی گئی) مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ملت کا درد مند و سخن ور ابوالکلام
فیروز بخت و دین کا خاور ابوالکلام
جن کے نقوش صفحۂ ہستی پر مُرتسم
شعرِ نظیف و نثر کا سرور ابوالکلام
تو ہی شعور و روشنیٔ فکر کا امام
تیرے رقیب شعلہ و اخگر! ابوالکلام
تو موسمِ بہار کا یکتا پیام بر
تو ظلمتوں میں نور کا رہبر ابوالکلام
اب عرصۂ حیات میں ہوں گے وہ کام یاب
جن کو تیرا پیام ہے ازبر ابوالکلام
تو تھا تو الہلال میں ملتا تھا صبح و شام
ہے پھر سے الہلال میں اظہر ابوالکلام

☆......☆......☆

......یہ مشکل ہے

سید امین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

جو ہوں فرعون میں ان کو خدا کہہ دوں یہ مشکل ہے
جو ہوں دجال ان کو انبیاء کہہ دوں یہ مشکل ہے

مجھے زنجیر پہنا دو مجھے سولی پہ لٹکا دو
مگر میں راہزن کو رہنما کہہ دوں یہ مشکل ہے

قبا پوشی کے پردے میں جو عیاشی کے رسیا ہوں
میں ایسوں کو شیوخ و صوفیاء کہہ دوں یہ مشکل ہے

جو طوفاں کی خبر سن کر لرزتے ہوں کنارے پر
میں ایسے بزدلوں کو نا خدا کہہ دوں یہ مشکل ہے

خدا مشکل میں خود مشکل کشا ہے اپنے بندوں کا
کسی بندے کو میں مشکل کشا کہہ دوں یہ مشکل ہوں

امیںؔ میں نے بخاریؔ اور لاہوریؔ کو دیکھا ہے
کسی عیار کو میں پارسا کہہ دوں یہ مشکل ہے

☆......☆......☆

۱۹۷۰ء میں صدر آزاد کشمیر سردار عبدالقیوم خان رحمہ اللہ کو استقبالیہ

عبدالکریم قمر

۲۹؍دسمبر ۱۹۲۹ء کو لاہور میں مجلس احرار اسلام کا قیام عمل میں آیا۔ تھوڑے عرصہ بعد ۱۹۳۱ء میں ہی مجلس احرار کو تحریک کشمیر کا معرکہ پیش آ گیا۔ جب کشمیر میں ڈوگرہ حکمرانوں کی طرف سے مسلمان رعایا پر ظلم وستم کے پہاڑ گرائے جانے لگے تو ہندوستان کے مسلمان متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ خصوصاً پنجاب کے مسلمان تو تڑپ اٹھے۔ اس پر احرار رہنما چوہدری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پوری توجہ کشمیر کے حالات پر مرکوز کر دی اور دوسرے احرار رہنماؤں کو بھی اس طرف متوجہ کیا۔ چنانچہ مولانا مظہر علی اظہرؒ اور ماسٹر تاج الدین انصاریؒ نے چوہدری افضل حقؒ کی رہنمائی میں تحریک کشمیر میں بڑا فعال کردار ادا کیا۔ پورے ہندوستان سے عموماً اور پنجاب سے خصوصاً جس طرح احرار رضا کاروں نے کشمیر کا رخ کیا اور پچاس ہزار سے زائد کارکنان نے گرفتاریاں پیش کر کے ریاستی حکومت کے ڈھانچے کو ہلا کر رکھ دیا، وہ تاریخ کا حصہ ہے۔ اس پر ڈوگرہ حکمرانوں کو ہندوستان کے انگریز حکمرانوں سے مدد مانگنا پڑی اور انہیں مفتی ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ سمیت دیگر مسلمان اکابر سے درخواست کرنا پڑی کہ وہ احرار رہنماؤں کو بات چیت پر آمادہ کریں۔

تحریک کشمیر نے ڈوگرہ حکمرانوں کی طرف سے مسلمان رعایا پر روا رکھے جانے والے مظالم سے ہندوستان کے تمام لوگوں کو باخبر کیا۔ اس تحریک کے نتیجہ میں جہاں کشمیر میں مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم میں کمی آئی وہاں اس کا دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ مرزائی پوپ مرزا بشیر الدین محمود جو کشمیر کمیٹی کی آڑ میں کشمیری مسلمانوں کو قادیانی بنانے کی گھناؤنی سازش کر رہا تھا وہ مکروہ منصوبہ بھی ناکام ہو گیا اور کشمیری مسلمان قادیانیت کی گود میں جانے سے بچ گئے۔

تحریک کشمیر کے زمانہ سے ہی مجلس احرار اسلام کا کشمیری قیادت سے رابطہ تھا جو ہمیشہ قائم رہا۔ پاکستان بننے کے بعد سردار عبدالقیوم خان مرحوم آزاد کشمیر میں صف اول کے رہنما تھے ۵،۶ مارچ ۱۹۷۰ء کو مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام احرار پارک، باغ بیرون دہلی دروازہ لاہور میں منعقد ہونے والی عظیم الشان ختمِ نبوت کانفرنس میں جہاں دوسرے ملکی رہنماؤں کو شرکت کی دعوت دی گئی وہیں سردار عبدالقیوم خان کو بھی دعوت دی گئی۔ انھوں نے اس کانفرنس میں نہ صرف شرکت کی بلکہ خطاب بھی فرمایا۔ ۳۰؍اکتوبر ۱۹۷۰ء کو آزاد کشمیر میں صدارتی انتخاب ہوا جس میں سردار عبدالقیوم خان بھاری اکثریت سے جیت کر آزاد کشمیر کے صدر منتخب ہوئے۔

مجلس احرار اسلام کی طرف سے آزاد کشمیر کا صدر منتخب ہونے پر سردار عبدالقیوم خان کو مجلس احرار کے مرکزی دفتر بالمقابل مسجد شاہ محمد غوث لاہور میں ۲۴ جنوری ۱۹۷۱ء بروز اتوار کو شاندار استقبالیہ دیا گیا۔

جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ ہر ماہ مرکزی دفتر میں درس قرآن دیا کرتے تھے۔اس دن بھی حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ کا درس قرآن تھا جو صبح ۹ ربجے شروع ہوا اور ۱۱ ربجے ختم ہوا۔اسی دوران سردار عبدالقیوم خانؒ کی گاڑی دفتر کے نیچے پہنچی۔سردار صاحب سیڑھیاں چڑھ کر دفتر تشریف لائے تو مجلس احرارِ اسلام کے صدر مولانا عبیداللہ احرارؒ، ناظم اعلیٰ حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاریؒ، ناظمِ نشریات چوہدری ثناء اللہ بھٹہؒ، حاجی برکت علیؒ، دیگر رہنماؤں اور مجھ سمیت متعدد کارکنوں نے ان کا شاندار استقبال کیا اور ان کے گلے میں ہار ڈالے گئے۔ان کو دفتر کے بغلی کمرہ میں بٹھایا گیا اور پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔اس کے بعد جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاریؒ نے خطبۂ استقبالیہ پیش کیا جس میں مجلس احرار کی کشمیر میں ۱۹۳۱ء میں برپا کردہ تحریک کی یادوں کو تازہ کیا اور سردار عبدالقیوم خان کو آزاد کشمیر کا صدر منتخب ہونے پر اپنی اور اپنی جماعت کی طرف سے مبارک باد دی۔علاوہ ازیں جہادِ کشمیر کی حمایت کرتے ہوئے دس ہزار سرخ پوش احرار رضا کاروں کے تعاون کی پیش کش کی۔

سردار عبدالقیوم خان نے جوابی تقریر میں تحریک کشمیر میں مجلس احرار اسلام کے بھرپور کردار کو خراج تحسین پیش کیا اور کشمیر کی تازہ صورت حال اور مستقبل کے لیے اٹھائے جانے والے اپنے اقدامات کا ذکر کیا۔تحفظ ختم نبوت کے کام میں اپنے ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا۔انھوں نے حضرت سید ابومعاویہ ابوذر بخاریؒ کے تعاون کی پیش کش اور اپنے شاندار استقبال پر احرار رہنماؤں اور کارکنان کا شکریہ بھی ادا کیا۔اس کے بعد سردار عبدالقیوم خان کی چائے اور دیگر لوازمات کے ساتھ تواضع کی گئی اور نماز ظہر سے قبل یہ یادگار تقریب اختتام کو پہنچی۔

چوتھا سالانہ سہ روزہ تربیتی اجتماع برائے ذمہ داران

مجلس احرار اسلام حلقہ جنوبی پنجاب پاکستان

6 تا 8 مارچ 2020ء بروز جمعہ تا اتوار، مرکز احرار دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

تمام ذمہ داران کو مرکز کی طرف سے جلد ہی دعوت نامہ موصول ہو جائے گا۔جن حضرات تک کسی بھی وجہ سے اگر نہ پہنچ سکے تو وہ اس اشتہار کو ہی دعوت نامہ تصور کریں اور اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر لازماً اس اجتماع میں شریک ہوں

نوٹ: تمام احباب 5 مارچ بروز جمعرات شام تک مرکز احرار ملتان پہنچ جائیں

شعبۂ تبلیغ تحفظِ ختمِ نبوت مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان / برائے رابطہ، ڈاکٹر محمد آصف: 0300-9522878

احرار اور تحریک مسجد منزل گاہ۔ سکھر

دوسری و آخری قسط

جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ

تحریک مسجد منزل گاہ سکھر بہ روایت جناب حافظ عزیز الرحمٰن کیمبلپوری:

۱۔ تاریخ: دریائے سندھ کے کنارے مسجد منزل گاہ مغل سلاطین کے دور میں غالباً اکبر کے زمانہ سے لشکریوں کا ڈیرا تھا۔ جیسا کہ وہاں فارسی کا ایک شعر اس کی وضاحت کرتا ہے۔ باقی جگہ میدان تھا اور کچھ حصے میں ایک چھوٹی سی مسجد بھی بنا دی گئی تھی جس میں لوگ نماز پڑھتے تھے۔ تقسیم ملک سے پہلے سکھر کی آبادی اس طرح تھی کہ کنارِ دریا تو کل ہندو آباد تھے اور اس مسجد کے مقابل دریا کے بیچ میں ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے جس میں ہندوؤں کا ایک مندر ہے جس کو سادھ بیلا کہتے ہیں۔ وہاں کا جو مہنت ہوتا وہ ہندوؤں کے مذہبی معاملات میں واحد نمائندہ اور مطلق العنان مذہبی فرماں روا کی حیثیت رکھتا تھا۔ جہاں مسجد منزل گاہ ہے اس ساحل سے جزیرہ تک کشتیوں کے ذریعہ سواریاں بھیجی جاتی تھیں۔ دو دو آنے سواری پر یہ کام ہوتا تھا۔ چونکہ مسجد کے گرد مسلمانوں کی کوئی آبادی نہ تھی اور قومی معاملات میں بھی وہ عموماً غافل اور کاہل تھے، ان کی اس کمزوری اور بے پروائی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ہندوؤں نے انگریزوں سے مل کر مسجد کو تالا لگوا دیا اور سیاسی حیلہ بازی سے ایک عبادت گاہ معطل اور بے آباد ہو کر رہ گئی۔

۲۔ جب ۱۹۳۵ء میں مسجد شہید گنج کا قضیہ رونما ہوا تو مسلمانوں کی توجہ ایسی ہی کئی بند شدہ اور غیروں کی مقبوضہ مساجد کی طرف منعطف ہوگئی۔ بعد ازاں ۱۹۳۹ء میں جب خان بہادر اللہ بخش سومرو مرحوم سندھ مسلم لیگ کو سیاسی طور پر شکست دے کر برسر اقتدار آ چکے تھے تو لیگیوں اور انگریز پرستوں نے مسجد منزل گاہ کی واگزاری کے مسئلہ کو تحریک بنا کر اسے سیاسی حربہ کے طور پر استعمال کرنا شروع کیا تاکہ خان بہادر موصوف کو پچھاڑا جا سکے۔ چنانچہ لیگ کے عزم اور پروگرام کے مطابق جب عوام مسلمانوں میں تحریک نے زور پکڑا اور مسجد کے تقدس و حرمت کے جذباتی مسئلہ کی وجہ سے معاملہ بڑھ گیا تو مقابلہ میں ہندوؤں میں بھی جوابی کارروائی کے لیے تیاریاں شروع ہوئیں۔ جبکہ سندھ میں ہندو سیاسی اقتصادی اور معاشی طور پر نہ صرف یہ کہ خوش حال بلکہ زندگی کے تمام شعبوں پر قابض تھے۔ انھوں نے مسجد کے متعلق یہ دعویٰ کر دیا کہ یہ عمارت سرے سے مسلمانوں کی مسجد ہی نہیں ہے۔ اگر اس کو واگزار کیا گیا تو الٹا مسلمان غنڈوں کا مرکز بنے گا۔ اور ہماری جو بہو بیٹیاں مسجد سے متصل ساحل سے چل کر سادھ بیلے کے تیرتھ پر جاتی ہیں، اُن سے چھیڑ چھاڑ کی جائے گی۔ جس سے ہماری بے آبروئی کا شدید خطرہ ہے۔ جب فریقین میں کشمکش بڑھ گئی اور سوال امن و امان کی حفاظت و بحالی تک پہنچ گیا تو خان

بہادر موصوف خود سکھر میں تشریف لائے اور مسلم لیگیوں سے دو شرائط پر مسجد کی واگزاری کے متعلق گفتگو کی۔ وہ شرائط حسب ذیل تھیں:

الف: مجھے چھ ہفتہ کی مہلت دی جائے تا کہ میں ذاتی طور پر اس کے متعلق غور و فکر کے بعد کوئی صحیح فیصلہ کر سکوں۔

ب: آپ اس کیس کو عدالت میں لے جائیں اور وہاں پر اگر مقدمہ زائد المیعاد کا سوال اُٹھے تو (میری) حکومت (آپ کے مطالبے کی) تصدیق کرتے ہوئے مسلمانوں کے حق میں فیصلہ کر دے گی۔ یعنی زائد المیعاد کے مسئلہ کو مقدمہ خارج کرنے کے لیے آڑ نہ بننے دیا جائے گا۔

۳۔ لیکن مسلم لیگ کو تو حسب معمول خان بہادر مرحوم کو بہر طور زک پہنچانا مطلوب تھی۔ اس لیے انھوں نے موصوف کی کسی بھی صحیح بات کو تسلیم نہ کیا۔ مسجد کے سلسلہ میں ریسٹوریشن کمیٹی قائم کی گئی۔ حافظ عزیز الرحمٰن صاحب جس کے ممبر تھے۔ اس کے اجلاسوں میں جب ان شرائط پر غور شروع ہوا اور چند ممبروں نے ان شرائط کو مناسب اور قابل قبول سمجھتے ہوئے تصفیہ پر آمادہ گی ظاہر کی تو پیر غلام مجدد سرہندی شکار پوری اور شیخ واجد علی ایڈووکیٹ شکار پوری نے کھلم کھلا کہا کہ: ''مسجد تو ایک بہانہ ہے، ہم نے ہر حال میں اللہ بخش سے لڑائی لڑنی ہے، چاہے کچھ بھی کیوں نہ ہو جائے''۔ چنانچہ کوئی مناسب فیصلہ نہ ہو سکا اور خان بہادر مرحوم کے خلاف مسجد منزل گاہ کو آڑ بنا کر سیاسی جنگ شروع کر دی گئی۔

۴۔ اراکین مجلس احرار اسلام سکھر، لیگیوں کی طرف سے مسجد کی واگزاری کے لیے اس تحریک کے پس منظر کو بخوبی جانتے اور سمجھتے تھے۔ انھوں نے مسجد کے تقدس و حرمت کی برقراری اور مسلمانوں میں اس مسئلہ پر اختلاف کے سدّ باب اور اندرونی اتحاد و اتفاق قائم رکھنے کی غرض سے اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کا فیصلہ کر لیا، کیونکہ مسئلہ بڑا مخدوش تھا۔ مذہب کا نام غلط طریقہ پر استعمال کر کے غلط نتائج و مفادات کی راہ ہموار کی جا رہی تھی۔ عوام حقیقتِ حال سے بے خبر تھے۔ اگر احرار شرکت نہ کیں تو یہ طوفان مچتا کہ یہ لوگ مسلمانوں کے دشمن ہیں جو مسجد کو قبضۂ کفار میں جاتے دیکھنے پر آمادہ ہیں، لیکن محض سیاسی اختلاف کو وقتی طور پر نظر انداز کر کے مسلم لیگ سے اس مسئلہ میں تعاون سے گریزاں ہیں۔ اور اگر وہ اس تحریک میں شامل ہوتے ہیں تو تحریکِ آزادیٔ وطن میں اصولی اتحاد کے علم بردار گروہ میں سے خان بہادر اللہ بخش سومرو سے بلا ضرورت تصادم کی صورت پیدا ہوتی ہے جو کسی طور پر بھی نہ مطلوب تھا نہ مستحسن۔ لیکن لیگ کی خواہی نخواہی تحریک، ہندوؤں کے غلط اصرار و اشتعال انگیزی اور دراصل انگریز کی بدنامِ زمانہ تفریق انگیز پالیسی کی بدولت حالات ایسے نازک ہو چکے تھے کہ اس مسجد کے ایک مقامی اور ہنگامی قسم کے مسئلہ میں ذرا سی جائز اور مبنی بر مصلحت خموشی بھی قومی احساسات کو مجروح کرنے اور سیاسی دنیا میں مزید مشکلات پیدا کرنے کا ایک قوی بہانہ اور خطرناک ذریعہ بن جاتی، اس لیے احرار نے تحریک میں شرکت ہی کو ضروری سمجھا۔

۵۔ چنانچہ ضروری تیاری کے بعد سول نافرمانی کا آغاز ہوگیا اور مسلمانوں کے جتھے مسجد کی طرف یکے بعد دیگرے جانے لگے۔ جس میں مجلس احرار اسلام کی طرف سے بھی رضا کار دستے روانہ کیے گئے جن کی تخمینی تعداد چار سو کے قریب ہوتی ہے۔ حکومت نے دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی اور خلاف ورزی پر باقاعدہ گرفتاریاں شروع کر دیں۔ تین چار روز میں ہی سکھر جیل قیدیوں سے قریباً بھر گئی اور مزید افراد کے لیے جگہ باقی نہ رہی۔ مرحوم خان بہادر چونکہ بہر طور تصادم سے بچنا چاہتے تھے اس لیے انھوں نے حکم دیا کہ تمام قیدیوں کو رہا کر دیا جائے۔ جب اس پر بھی سول نافرمانی نہ رکی تو انھوں نے سکھر جیل اور کھلے کیمپ کی شکل میں بنائی گئی عارضی جیل سے اپنا انتظام ختم کر دیا اور قیدیوں کو کھانا اور روشنی وغیرہ کی سپلائی روک دی۔ گویا اب رضا کاروں کا گروہ جیل میں زبردستی ڈیرا جمانے والا ہجوم بن کر رہ گیا، وہ باقاعدہ قیدی نہ رہے۔ نتیجتاً قیدی تنگ آ کر از خود ہی جیل سے نکل گئے۔ حتیٰ کہ مسجد کا پہرہ بھی ختم کر دیا گیا چنانچہ رضا کاروں کی ایک محدود تعداد جیل سے نکل کر مسجد میں آ براجمان ہوئی اور اپنے عملی قبضہ کا اعلان و اظہار کرنے کے لیے مسجد میں باقاعدہ نمازیں ادا کی جانے لگیں۔ گویا محاذ فتح ہو گیا اور یہ کیفیت مہینہ ڈیڑھ مہینہ جاری رہی۔

۶۔ چونکہ اس مرحلہ میں حکومت کی پالیسی بالکل نرم اور مصالحانہ رہی تھی کہ کسی قسم کا بھی تشدد روا نہیں رکھا گیا تھا جس سے رضا کاروں کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے اور وہ اپنے ہر اقدام کو قطعی فاتحانہ سمجھنے لگے تھے اس لیے حکومت کے لیے وقار، قانون کے تحفظ اور امن و امان کی بحالی کا مسئلہ پیدا ہو گیا۔ چنانچہ ۱۷ نومبر ۱۹۳۹ء کو حکومت نے فیصلہ کیا کہ مسجد کو قابض لوگوں سے بہر حال خالی کرایا جائے۔ نتیجتاً اب صورتِ حال اس سے بالکل مختلف تھی۔ لاٹھی چارج شروع ہوا لوگ بھاگ اُٹھے مسجد خالی ہوگئی اور اس پر دوبارہ پولیس کا پہرہ بٹھا دیا گیا۔

۷۔ لاٹھی چارج سے جب افراتفری مچی اور یہ لوگ بے سوچے سمجھے قرب و جوار کی گلیوں محلوں کی طرف بھاگے، جہاں ساری آبادی ہندوؤں کی تھی تو پہلے سے تیار بیٹھے ہوئے ہندو غنڈوں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اس چانک یلغار سے پچیس تیس کے قریب نہتے رضا کار مسلمان شہید ہوئے اور کافی تعداد میں مجروح ہو گئے۔

۸۔ مجروحین کی مرہم پٹی کیلئے مجلس احرار اسلام سکھر کے صدر جناب ڈاکٹر محمد عمر صاحب نے دن رات ایک کر دیا اور انہیں ہر ممکن فوری طبی امداد پہنچائی۔ حتیٰ کہ حکیم غلام مجدد سرہندی اور شیخ واجد علی ایڈووکیٹ جو حکومت کی ابتدائی کارروائی کے وقت پولیس کے لاٹھی چارج سے زخمی ہو کر بھاگے اور واپس شہر میں پہنچے تو ان کے زخمی سر سے خون بہہ رہا تھا۔ چنانچہ فوری طور پر صدر احرار سکھر ڈاکٹر محمد عمر اور ناظم احرار جناب حافظ عزیز الرحمٰن صاحب نے اپنی قمیصیں پھاڑ کر ان کو پٹیاں باندھیں اور مناسب دوا دارو کے بعد یہ فوراً کار میں بیٹھ کر واپس شکار پور چلے گئے۔

۹۔ چونکہ بات اب صرف مسلمان عوام اور حکومت کی نہ رہی تھی، بلکہ ہندوؤں کی جارحانہ کارروائی سے مسئلہ کا رخ

بدل گیا اس لیے تحریک نے ہندو مسلم فسادات کی شکل اختیار کر لی جو انگریز کی حکومت عملی کے مطابق اور اس کا مطلوب تھی۔ چنانچہ ہندوؤں نے اپنی آبادیوں میں واقع مسلمانوں کے اکا دکا مکانات میں زبردستی گھس کر مرد و زن اور بچوں بوڑھوں کا علانیہ قتل عام کیا اور لوٹ مار مچائی۔ تو ردعمل کے طور پر شہر کے دوسرے حصوں میں مسلمانوں نے بھی جوابی کارروائی کے ذریعہ ان کی جائیدادوں کو آگ لگا دی اور متعدد افراد کو قتل کر دیا۔

۱۰۔ چونکہ ہندو ابتداء سے ہی منظّم تھے اور تمام مالی و سیاسی وسائل ان کے قبضہ میں تھے، اس لیے ان کی سازش اور انگریزوں سے ملی بھگت کے نتیجہ میں یہ پر امن تحریک خون ریز فسادات سے بدل گئی تو اب مسلمانوں کو اس تحریک سے بدل اور تحریک آزادیٔ وطن کے متعلق مزید اقدامات کے سلسلہ میں مرعوب کرنے کے لیے یہ سکیم سوچی گئی کہ ہندوؤں کے نقصانات کا مسئلہ کھڑا کر کے مسلمانوں پر ڈکیتی اور قتل کے جھوٹے سچے مقدمات دائر کر دیے اور ہزاروں کی تعداد میں مسلمانوں کو گرفتار کیا گیا۔ انتہا یہ ہے کہ اسی نوے سالہ بڑے بوڑھوں سے لے کر آٹھ نو سال کے بچوں تک کو محبوس کیا گیا۔ بعض جگہ پورے گاؤں کے گاؤں مردوں سے خالی ہو گئے۔

مجلس احرار اسلام اور اس کے کارکنوں کا کردار:

۱۱۔ شہر کی ایک لاکھ آبادی میں ساٹھ ہزار ہندو اور چالیس ہزار مسلمان تھے اور ہندوستان بھر میں عددی برتری کے بل بوتے پر چھوت چھات، نفرت و تعصب اور اقتدار و مناصب پر یک طرفہ تسلط و قبضہ کی غیر منصفانہ جدوجہد کی مجنونانہ کیفیت ہندوؤں میں جاری و ساری تھی۔ اس کے نتیجہ میں یہاں بھی وہ ہر شعبۂ زندگی پر قابض تھے۔ اسمبلی میں بھی وہ اسی ضابطہ کے تحت اکثریت میں اور یک جا و متحد تھے۔ کسی مسلمان منسٹر کے دھڑے میں شامل نہ تھے۔ اور اس کے بالکل برعکس مسلمان حسب معمول دور غلامی کی خاص نشانیوں کو گلے لگائے ہوئے اختلاف و تشتّت کا شکار تھے۔ ہر وزیر اور ہر ممبر کے جداگانہ حالات کے مطابق کئی گروہ تھے۔ جب مسجد پر عارضی و ہنگامی قابض مسلمان رضا کاروں کا مورچہ توڑنے کے لیے لاٹھی چارج سے متصل بیسیوں نہتے مسلمان خون خرابہ کی نذر ہوئے تو حکام نے فوراً کرفیو نافذ کر دیا۔ بازار بند ہو گئے تجارت اور منڈیوں پر چونکہ ہندوؤں کا قبضہ تھا اس لیے عام اشیاء استعمال ملنی مشکل ہو گئیں۔ ایسی حالت میں مسلمانوں کی زندگی دو بھر ہو رہی تھی مجلس احرار اسلام سکھر نے اپنی خدمت خلق کی قدیم روایات کے مطابق فیصلہ کیا کہ صدر جماعت ڈاکٹر محمد عمر صاحب کو تو زخمیوں کے علاج اور نگرانی کا کام سپرد کر دیا گیا اور حافظ عزیز الرحمٰن ناظم جماعت کو شہداء کی تکفین و تدفین، ہندوؤں کے محلوں میں پھنسے ہوئے بچے کھچے مسلمانوں کو نکال کر محفوظ مقامات پر پہنچانے، نیز تمام مسلمانوں کے لیے اشیاء خور و نوش اور دیگر ضروریات زندگی جمع کر کے محلّہ میں منتظر و ضرورت مند مسلمانوں تک مہیا کرنے کا اہم ترین فریضہ سونپا گیا اور بحمد اللہ مُصیبت کے وقت سکھر کی جماعت کے روح رواں مذکور الصدر دونوں اصحاب نے پورے خلوص و دردمندی، نظم

وضبط، محنت ویکسوئی سے خطرات کا مجاہدانہ مقابلہ کرتے ہوئے پورے جذبۂ للّٰہیت کے ساتھ ان اہم ترین انسانی، اخلاقی اوراسلامی فرائض کوکما حقہ ادا کر کے ہزاروں مظلومین کی دعائیں لیں اوراللہ تعالیٰ کی رضا وعنایات کے مستحق بنے۔ کرفیو کی سخت ترین پابندیوں اور ہندوؤں کے مخدوش محلوں میں قاتلانہ حملوں کے خطرہ کے باوجود پورے دھڑلے سے حافظ صاحب موصوف نے ریلیف کی یہ مہم جاری رکھی۔ اس سلسلہ میں مسلمانانِ شہر نے بھی ان کے ساتھ پورا تعاون کیا۔

۱۲۔ لیگی لیڈروں کا ایک گروہ تحریک کا بانی مبانی ہونے کی وجہ سے فسادات کے بعد گرفتار ہو چکا تھا۔ جس میں قاضی فضل اللہ، جی ایم سید، خان بہادر محمد ایوب کھوڑو، محمد ہاشم گزدر، شیخ واجد علی ایڈوکیٹ شکار پوری اور پیر غلام مجد دسرہندی شکار پوری وغیرہ شامل تھے۔ اور دوسرے گروہ کے آدمی تحریک کا رخ بدلتے اور معاملہ بے قابو ہوتے دیکھ کر ڈر کے مارے گھروں میں دبک کر بیٹھ گئے۔ اس میں سرعبداللہ ہارون مرحوم اور دوسرے چند افراد شامل تھے۔ سرموصوف نے شروع ہی سے تحریک کے اس انداز کو پسند نہیں کیا اور کہتے رہے کہ ''تحریک نہیں چلانی چاہیے، اس میں مسلمانوں کو نقصان ہوگا''۔ چنانچہ انتہا پسند لیگیوں کا بڑا طبقہ ان پر اسی مصلحت اندیشی اور صلح جویانہ انداز اختیار کرنے کی وجہ سے ناراض ہوگیا۔ ان پر لعن وطعن بھی کیا گیا۔ چونکہ ان کی گرفتاری کی افواہ مشہور تھی، انھوں نے سکھر سے کراچی پہنچ کر ایک بیان بھی دیا تھا کہ ''میں حکومت اور مسلم لیگ کے درمیان مصالحت کنندہ کا کردار ادا کر رہا ہوں تحریک سے براہ راست میرا کوئی تعلق نہیں ہے''۔

لیکن مسلم لیگ کی رجعت پسندانہ پالیسی، موقع پرستانہ سیاست اور غلط تحریکی انداز کے باوجود چونکہ اس تمام عرصۂ فساد وخوں ریزی میں خان بہادر اللہ بخش مرحوم کی انڈی پنڈنٹ نیشنلسٹ وزارت اور حکومت ہی برقرار تھی اس لیے تمام نیک وبد کی ذمہ داری مرحوم کے سر پر ہی ڈالی گئی۔ مسلم لیگ نے حسب عادت و دستور عام مسلمانوں میں اُن کے خلاف جو نفرت کی مہم چلائی تھی اس کے شدید اثرات اکثر وبیشتر موجود تھے۔ اور خود لیگ کی بدولت اتنا نقصان اٹھانے کے باوجود بھی مسلمان حکومت سے نالاں تھے۔

ادھر خان بہادر مرحوم ایک مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ وزیر اعظم کی اہم اور مشترکہ حیثیت کی وجہ سے بڑی ذمہ داریوں میں گھرے ہوئے تھے کہ اگر بلا تفریقِ قوم ومذہب ملکی نقطۂ نظر سے ہندو مسلمانوں کے مشترکہ حقوق میں معتدل رویہ کے ساتھ مقدمہ کی پوری قانونی تحقیق اور تنقیح کیے بغیر محض جذباتی ہوکر مسلمانوں کے حق میں فیصلہ دے دیں تو ہندو انھیں جانب دار اور متعصب ہونے کا الزام دے دیتے۔ اور اگر وہ محض وقتی طور پر شر وفساد کے سدِّ باب اور ملکی قانون کے مطابق تحفّظِ امنِ عامہ کے لیے مسلمانوں کا مطالبہ مؤخر کریں اور بعض شرائط کے ساتھ مصالحانہ گفتگو اور واگزاری وحصول مسجد کے لیے مناسب قانونی تجاویز کے ذریعہ تحریک کو روک لگائیں...... جیسا کہ اتفاقاً ہوا بھی...... تو لیگ کے خوفناک رجعتی پروپیگنڈے، جذبۂ ہندو دشمنی کے جارحانہ اظہار اور اس سلسلہ میں انگریز کی مکمل خفیہ پشت پناہی اور ظاہری تائید کے سبب

سے پیدا شدہ مسموم فضا کے باعث خود اُن کے ہم قوم مسلمان بھائی ان کو نیشنلسٹ، کانگرس کا ہمنوا اور نہ جانے کون کون سے طعن توڑ کر اُنھیں دشمنِ قوم قرار دیتے۔ وہ بڑی مشکل پوزیشن میں اور سخت ضغطہ کے عالم میں تھے۔ حالانکہ وہ مخلص تھے اور چاہتے تھے کہ مناسب غور وخوض، مصالحانہ گفتگو اور جائز قانونی ذرائع سے مسجد مسلمانوں کو مل جائے۔ کیوں کہ عوام کے صحیح مطالبات کے باوجود کوئی بھی حکومت قانون شکنی اور اپنے وقار کی شکست برداشت نہیں کرتی، چنانچہ موصوف کو بھی اس تحریک میں ایسے ہی حالات سے دوچار ہونا پڑا اور وہ بادلِ نخواستہ قانونی پابندیاں لگا کر مناسب سدِّ باب پر مجبور ہوئے۔

لیکن لیگی محرکین کی ملک گیر پالیسی اور واحد نمائندگی کے غلط مظاہرہ کے لیے ہر جائز وناجائز جتن کر کے مسلمانوں کو اُلجھانے کے سبب سے تحریک جلد ہی اپنے اصل محور سے ہٹ گئی اور ہندو مسلم تصادم نے فریقین میں معاشرتی اقتصادی اور سیاسی خلیج کو اور بھی وسیع کر دیا اور مذہبی نفرت وحقارت کا جذبہ مزید مشتعل ہو گیا۔ اس تمام یلغار کا اصلی نشانہ صرف خان بہادر کی ذات اور سیاسی شخصیت تھی۔ اور ظاہر ہے کہ جب کسی بھی شخص کو معتوب ومغلوب کرنے کی سعی کی جائے گی تو وہ لازماً تحفظِ ذات کیلئے ہر ممکن تدبیر وحیلہ اختیار کرنے پر مجبور ہوگا۔ جائز تو ہر حال میں اور انسان کی فطری کمزوریوں کے تحت گاہے ناجائز بھی......بس یہی کیفیت مرحوم خان بہادر کی تھی۔ ورنہ اُن پر یہ الزام ہرگز درست نہیں کہ وہ خدانخواستہ غیروں سے مل گئے تھے اور ان کی بدولت مسلمانوں کے جان ومال کا نقصان ہوا۔ کیونکہ اول تو نقصان ہندو مسلم دونوں کا ہوا پھر ہندوؤں کا مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ ہوا۔

کیوں کہ اصل محرکین کا بنیادی مقصد محض حصول اقتدار اور مرحوم خان بہادر کا تختہ اُلٹنا تھا اس لیے انھوں نے تحریک میں اپنوں کا نقصان تو برداشت کرنا ہی تھا غیروں کے جان ومال کی بے دریغ تباہی بھی اُنھوں نے بڑی عیارانہ متانت اور فرضی فاتحانہ یلغار، دلوں میں مخفی عزائم اور اعمال میں مچلتی ہوئی کھوٹی نیتوں کے ساتھ کھلے دل سے قبول کی۔ حالانکہ کسی فرد یا گروہ کا دوقومی تصادم میں دانستہ ایک دوسرے کو جانی ومالی نقصانات میں مبتلا کرنا اور ان کی لاشوں پر اپنا قصرِ اقتدار تعمیر کرنا اُس کے منافق، خودغرض، سازشی اور غیروں کے آلہ کار ہونے کی تو دلیل ہوسکتا ہے۔ اس کے اخلاص و ایثار، آزادی وجمہوریت پسندی، حبِّ قوم ووطن کی علامت ہرگز ہرگز نہیں قرار پاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس گروہ کے اکثر و بیشتر افراد کا مسلمانوں کی کسی حقیقی خیر خواہ، انگریز دشمن، آزادی پسند، مجاہدانہ کردار کی حامل جماعت کے ساتھ شروع سے لے کر آخر تک کبھی بھی کوئی تعلق نہیں رہا۔ بلکہ مختلف اوقات میں یہی لوگ خود بھی رؤسا اور جاگیردار رہے اور سرمایہ داروں کے ایجنٹ بھی۔ حتیٰ کہ یونینسٹ پارٹی جیسی رجعت پسند انگریز پرست اور غدار تنظیمات کے روح ورواں بھی یہی لوگ تھے۔ جس پر ان کی تیس تیس چالیس چالیس سال قبل کی قومی اور سیاسی زندگی گواہ ہے۔

۱۳۔ بہر کیف اس تحریک فساد اور قتل وغارت گری کا طبعی اور منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ چونکہ مسجد کا عنوان محض ایک سیاسی

سٹنٹ تھا اور حقیقی غرض حصول اقتدار تھی اس لیے جب فیصلہ کا وقت قریب آیا تو یہی لوگ جو اقتدار میں خان بہادر مرحوم کی دو تجاویز سننا تک برداشت نہ کر سکے اور ایک...... گنہگار ہی سہی مگر...... مسلمان وزیر اعظم سے صلح کے لیے آمادہ نہ ہوئے۔ اس کو راستے سے ہٹانے کے لیے انھوں نے انتہائی دینی بے حسی، اخلاقی پستی اور قومی و سیاسی ذلت کا یہ ثبوت دیا کہ بدنام زمانہ مسلم دشمن کٹر متعصب ہندو تنظیم ہندو مہا سبھا کے ساتھ ساز باز شروع کی جس پر ہندوؤں کا یہ گروہ بخوشی آمادہ ہو گیا۔ کیونکہ تحریک اور اس کے نتائج کا ہندوؤں کے اس گروہ پر یہ اثر تھا کہ سیاست کے یہی لیل و نہار رہے تو مسلم لیگ کا یہ عنصر حصول اقتدار کی کشمکش کے سلسلہ میں ہمیشہ کے لیے اسی قسم کے ہنگامے برپا کرا کے ہندو مسلمانوں کو اپنی اغراض کی بھینٹ چڑھا کر اُن کے خون تک سے ہولی کھیلتا رہے گا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ آئندہ ہندوؤں کے جان و مال کی حفاظت ناممکن ہو کر رہ جائے گی۔ اور اگر خان بہادر موصوف وزیر رہتے ہوئے ہمارے تحفظ کے لیے پوری قانونی قوت استعمال بھی کریں گے تو ہم کبھی محفوظ نہ ہو سکیں گے۔ اس لیے انھوں نے مسلم لیگ کے اس گروہ سے مفاہمت اور گٹھ جوڑ میں ہی عافیت سمجھی۔ چنانچہ اسمبلی میں ان دونوں عناصر کے اتحاد کی بدولت بے گناہوں کی تباہی اور قتل و غارت گری کا ڈرامہ کھیلنے کے بعد مخالفین کا اصل منصوبہ بالآخر کامیاب ہوا۔ یعنی خان بہادر موصوف کی وزارت ٹوٹ گئی، اقتدار مسلم لیگ کی طرف منتقل ہو گیا اور دونوں طرف کے خود غرض لوگوں نے اپنے ہم مذہب ہندو مسلم بھائیوں کے خونِ ناحق کا سودا کر کے اپنے مجرم ضمیر کی تسکین کا سامان بہم پہنچا لیا۔ قومے فروختند و چہ ارزاں فروختند

۱۴۔ چنانچہ لیگی وزارت کے قیام کے فوراً بعد لیگی منسٹر شیخ عبدالمجید سندھی وزیر مالیات نے اسمبلی میں ان اکیس شرائط کا اعلان کیا جو فریقین کے درمیان طے پائی تھیں۔ جس میں سے مسجد اور مسلمانوں پر دائر کردہ فرضی مقدمات کے سلسلہ میں خصوصی دفعات حسب ذیل ہیں:

(۱) ''مسجد منزل گاہ کا فیصلہ عدالت سے حاصل کیا جائے''۔

(۲) ''مسلمانوں پر جو مقدمات زیر سماعت ہیں وہ اگر رائج الوقت قانون کی گرفت میں نہ آسکیں تو پھر بھی ماخوذین (گرفتار شدگان) کو رہا نہ کیا جائے۔ بلکہ اس کے لیے ایسا انتظام کیا جائے کہ ضلع سکھر میں فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن ایکٹ نافذ کر کے جرگوں کے ذریعہ اُن کا فیصلہ کرایا جائے''۔

یہ معاہدہ اور شرائط نامہ اس تحریک اور اس کے بانیوں کے کردار کے لیے ایک روشن آئینہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس سے عیاں ہوتا ہے کہ مسلم لیگ کے یہ کرتا دھرتا اور واحد نمائندگی کے دعوے دار اپنی قوم اور اس کی مطلوبہ عبادت گاہ مسجد منزل گاہ کے سلسلہ میں کتنے مخلص اور دیانت دار تھے؟ ان کے دعاوی اور عزائم و اعمال کا کھلا تضاد ہی ان کی مفروضہ قوم پرستی کا بھانڈا پھوڑنے کے لیے کافی وافی ثابت ہوا۔ کہ مسلمان قتل و غارت گری کی دل گداز منزل سے گزرنے کے

بعد تحریک کے نتیجے میں عرصہ دراز تک فرضی مقدمات کی چکی میں بری طرح پستے رہے، مسجد منزل گاہ جوں کی توں بند رہی اور اقتدار کے بھوکے لیگی لیڈر لیلائے وزارت کی آغوش میں دادِ عیش دیتے رہے۔

۱۵۔ اس سلسلہ میں یہ واقعہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ فسادات کے بعد متصلاً جب خان بہادر اللہ بخش مرحوم بہ طور وزیر اعظم فساد زدہ مقامات کا معاینہ ومشاہدہ کرنے اور حالات کا جائزہ لینے کے لیے تشریف لائے اور شہر کے متاثرہ علاقوں کا دورہ کیا تو اس دوران میں سکھر میں مقیم امرتسر (مشرقی پنجاب) کے ایک سیاسی کارکن سید محبوب علی شاہ نے موصوف کو سرِ بازار برا بھلا کہنا شروع کیا کہ ''ایک مسلمان وزیر نے اپنے اقتدار میں اپنی ہی قوم کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا اور اسے غیروں سے مرواڈالا''۔ وغیرہ وغیرہ

حالانکہ یہ بات تاریخ کی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ان تمام افسوس ناک واقعات کے باوجود وزیر اعظم مرحوم نے آخر دم تک حوصلہ مندی کا ثبوت دیا اور غیر مخلص ہنگامہ بازوں کے ہاتھوں ہندو مسلمانوں کے باہمی خون خرابہ ہوجانے کے باوجود کسی بھی فریق پر کسی قسم کے تشدد خصوصاً گولی چلانے کا حکم صادر نہیں کیا۔ چنانچہ فسادات کی تحقیقات کے وقت کورٹ میں ڈی سی سکھر نے بالوضاحت یہ اقرار کیا تھا کہ ''مجھے امن وامان برقرار رکھنے کے لیے وزیر اعظم نے گولی چلانے کی اجازت نہیں دی تھی۔

مزید یہ کہ دوران معاینہ وزیر اعظم مرحوم تمام متعلقہ افسروں سمیت موجود تھے لیکن انہوں نے اس الزام تراشی کا کوئی نوٹس تک نہیں لیا۔ لیکن معترض موصوف کی اخلاقی جرأت کا یہ حال تھا کہ بدگوئی کے بعد قانونی مکافاتِ عمل کے خوف سے سکھر کو خیر باد کہہ کر اُسی شام پنجاب کی طرف کوچ کر گئے۔ جب خان بہادر مرحوم کو محبوب علی شاہ کے اس واقعہ کی اطلاع دی گئی تو موصوف نے فراخ دلی و بلند کرداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے متعلقہ حکام سے یہ کہا کہ ''میری طرف سے انہیں یقین دلادو کہ میرے دل میں ان کے لیے کوئی رنجش نہیں اور وہ بے خوف وخطر سکھر واپس آجائیں۔ اس سلسلہ میں ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جائے گی۔

۱۶۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اس تمام ہنگامہ خیزی کے بعد جب مجلس احرار اسلام کے مذکورہ نمائندہ اصحاب نے ریلیف کی باقاعدہ مہم شروع کی اور نہایت ہی حوصلہ واستقامت کے ساتھ ہندو علاقوں میں اپنے مظلوم بھائیوں تک اشیاء ضرورت فراہم کیں تو ہندو فسادیوں نے اس مہم کو برداشت نہ کیا۔ اور مسلمانوں کو اجتماعی نقصان پہنچانے کے منصوبہ کی تکمیل کے لیے احرار جیسی انگریز دشمن، آزادی وجمہور پسند قومی اور دینی جماعت کے ان مخلص اور بے لوث کارکنوں کو بھی مجرموں کی صف میں گھسیٹنے کی ناپاک کوشش کی اور جماعت کے ناظم اعلیٰ جناب حافظ عزیز الرحمٰن صاحب پر پانچ ہندوؤں کے قتل اور دو کو ارادۂ قتل سے زخمی کرنے کے جھوٹے الزامات لگا کر دفعہ ۳۰۲ و ۳۰۷ کے تحت گرفتار کرادیا۔ یہ کارروائی یوم فساد سے آٹھویں

دن بعد عمل میں لائی گئی۔ قریبا دو ماہ بعد سیشن کورٹ نے درخواست ضمانت منظور کر لی۔ لیکن دس پندرہ دن کے اندر اندر ہی ہندوؤں نے دوبارہ ضمانت منسوخ کرا کے موصوف کو پھر جیل بھجوا دیا۔ دلیل یہ تھی کہ ان کے باہر آنے سے مقدمہ کے گواہوں کے منحرف ہونے اور مقدمہ ختم ہونے کا خطرہ ہے حالانکہ اس مقدمہ میں تمام گواہ اونچے درجہ کے کٹر فرقہ پرست ہندو اور سکھر پولیس کے افسر شامل تھے۔

واضح رہے کہ حافظ صاحب موصوف کے مقدمہ کی سماعت کے وقت پیرزادہ عبدالستار صاحب بار ایٹ لا، جو خان بہادر اللہ بخش مرحوم کی وزارت میں چیف پارلیمنٹری سیکرٹری تھے انھوں نے بلا معاوضہ وکالت کی خدمات انجام دیں۔ صورت یہ تھی کہ سیشن کورٹ تک کی سماعت میں وہ بذاتِ خود ہر پیشی پر حاضر ہوتے رہے۔ ابھی مقدمہ چل رہا تھا کہ اس اثناء میں وہ سیکرٹری سے وزارت کے عہدہ پر پہنچ گئے جس کی وجہ سے وہ قانوناً اب کسی مقدمہ کی پیروی نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ موصوف نے اپنی طرف سے ایک متبادل وکیل کا انتظام کر دیا۔

ادھر حافظ صاحب کو سیشن کورٹ سے عمر قید کی سزا سنا دی گئی تو جواباً سندھ چیف کورٹ کراچی میں اپیل دائر کی گئی۔ اس عرصہ میں حافظ صاحب نومبر ۱۹۳۹ء سے اکتوبر ۱۹۴۱ء تک، قریبا دو سال تک جیل میں رہے۔ بالآخر اپیل منظور ہوگئی اور آپ کو تمام الزامات سے بے گناہ ثابت کر کے باعزت رہا کر دیا گیا۔ رہائی کے بعد جیل کے دروازہ پر جمع شدہ مسلمانوں کی طرف سے ایک عظیم الشان جلوس نکالا گیا۔ جس نے مختلف راستوں سے گشت کرتے ہوئے حافظ صاحب کو نہایت تزک واحتشام کے ساتھ ان کی قیام گاہ پر پہنچا دیا۔

واضح رہے کہ جماعت کے اخلاقی تعاون اور حافظ صاحب موصوف کی بہترین قومی خدمات اور امدادی کارروائیوں سے متاثر ہو کر شہر کے تمام مسلمان باشندوں نے...... بلا تفریق نظریہ و جماعت...... دوران مقدمہ میں ان کی ہر ممکن اعانت کی اور تمام سہولیات بہم پہنچائیں۔ مزید یہ کہ مرکزی رہنما اور مفکر احرار جناب چودھری افضل حق صاحب رحمتہ اللہ علیہ جب خرابی صحت کی بنا پر ۱۹۴۱ء کے آغاز میں راولپنڈی جیل سے رہا ہوئے تو اپنے نوجوان رفیق اور رضا کار کی ہمت افزائی اور دلجوئی کیلئے سکھر تشریف لائے اور جیل میں حافظ صاحب سے ملاقات کی۔ اور جب حافظ صاحب رہا ہوئے تو اپنے آبائی وطن ضلع کیمبل پور میں جا کر رمضان گزارنے کے لیے سفر کیا تو لاہور اُتر کر مرکزی دفتر مجلس احرار اسلام میں مرحوم بزرگ کی زیارت کی اور پھر وطن روانہ ہوگئے۔ چودھری صاحب مرحوم کی آخری عمر تھی اور مرض الوفات شروع تھا۔ چنانچہ چند روز بعد جنوری ۱۹۴۲ء میں آپ کی وفات حسرت آیات کا حادثہ پیش آ گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۱۷۔ بہر کیف اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور ایک صحیح کام کے لیے غلط اقدامات کے افسوس ناک اثرات ونتائج کے باوجود مسلمانوں کو بڑے مصائب اور دکھوں کے بعد یہ مژدہ سننا نصیب ہوا کہ مسجد کی واگزاری کا مقدمہ سماعت کرنے کے

لیے مقررہ سپیشل کورٹ میں کافی عرصہ تک تحقیق و تفتیش کے بعد بالآخران کے حق میں فیصلہ ہوا۔ مخلصین کی دعائیں، کوششیں اور مظلومین کے خون ناحق رنگ لائے اور مسجد منزل گاہ کی تالا بندی ختم ہوئی۔ ہندوؤں کا دعویٰ کالعدم قرار پایا اور مسجد حسب سابق واگزار ہوکر مسلمانانِ سکھر کی تحویل میں دے دی گئی۔ اس سلسلہ میں بحمد اللہ جماعت کا کردار نہایت اعلیٰ، با مقصد، مخلصانہ، سیاسی اغراض سے پاک و بلند اور دینی و ملی تقاضوں کے عین مطابق تھا۔

تاریخ آزادی میں انگریز دوستی اور تحریک استخلاصِ وطن کی دشمنی کے مرتکب آج چاہے کتنے بھی ناپاک داؤ کھیل کر قومی و ملکی تاریخ کو مسخ، نئی نسل کو کتنا بھی گمراہ، دینی اکابر اور ایثار پیشہ قومی تحریکات سے کتنا بدظن کرنے کی سعی کیوں نہ کریں لیکن ان شاء اللہ ان سیاسی دسیسہ کاریوں اور قومی خیانتوں کا پردہ ایک نہ ایک دن چاک ہوکر رہے گا۔ اور ملک وملت کے حقیقی خیر خواہ اور مخلص افراد و تحریکات کی روحانی تاثیر ضرور رنگ لاکر رہے گی اور دیانت دار مؤرخ ان اٹل حقائق کا کھلم کھلا اعتراف و اقرار کرنے پر مجبور ہوگا کہ مجلس احرار اسلام جیسی مجاہد و سرفروش جماعت کا منشور و مقصد اور کردار و موقف ہر دور اور ہر حال میں اُصول اور دیانت دارانہ رہا ہے اور اختلاف کی گنجائش کے باوجود اس پر قومی مقاصد سے انحراف کے انگریز اور اس کے پٹھوؤں کے اختراع کردہ ناپاک الزام کے علی الرغم قوم کے اجتماعی شعور اور دین و سیاست کے تجزیہ کی تاریخی عدالت میں ہمیشہ مبنی برحق و انصاف قرار پائے گا۔

۱۸۔ الحمد للہ کہ جیسے سکھر اور سندھ کے علاوہ ملک بھر کے مخلص مسلمانوں کی اکثریت نے جب اُس قیامت کے دنوں میں زعماء احرار کو مخلص و خیر خواہ، مدبر و فریس اور صحیح اُصول و موقف کا علم بردار پایا تھا، آج بھی جب کہ تحریک آزادیٔ وطن کے حالات دانستہ مسخ و فراموش کیے جارہے ہیں۔ جواباً اس کے روشن ولافانی ابواب کی حقیقی چہرہ نمائی کے لیے جماعتی تاریخ کا مستند خلاصہ سپرد قلم کیے جانے کا اہتمام کیا جارہا ہے۔ وہ واقعات کی ترتیب اور تحریک کے آغاز وانجام کا حال پڑھ کر ان شاء اللہ تعالیٰ اس غریب وغیور اور مخلص دینی وقومی جماعت ہی کو اصولاً حق بجانب سمجھیں گے۔ مگر ساتھ ساتھ چالاک رجعت پسندوں، نیز موقع پرست قوم فروشوں کی دھاندلیوں اور انگریز کے ساتھ مل کر ان کی گہری سازشوں کا شکار ہوتے بھی محسوس کریں گے۔ اور بالآخران کی حقانیت کے احساس واعتراف اور کھلی مظلومیت کا اقرار واعلان کیے بغیر چارہ نہ رہے گا اور وہ معترف ہوں گے کہ مسجد منزل گاہ کے سلسلہ میں لیگیوں، ٹوڈیوں اور رجعت پسندوں کی طرف سے وہی گھناؤنا کردار ادا کرکے غلط تحریک بازی وفساد انگیزی اور قوم کشی کا وہی خونی ڈرامہ کھیلا گیا ہے جو مسجد شہید گنج کی واگزاری کے نام پر لاہور میں کھیلا گیا تھا۔

لیکن جیسے اس وقت احرار کا موقف انجامِ کار صحیح ثابت ہوا کہ اگر تشدد کے بل بوتے پر ہندوؤں اور سکھوں سے کوئی مسجد لینے کی سعی کی گئی تو پھر تاریخی انکشافات اور قانونی ردعمل کے طور پر اس کے بدلہ میں مسلم عہدِ اقتدار میں غیروں

سے چھینی ہوئی کئی عبادت گاہیں اُلٹا ہمیں ہندوؤں اور سکھوں کے حوالہ کرنی پڑ جائیں گی اور یہ سودا سراسر خسارہ کا ہوگا۔ اس لیے معتدل و مناسب نظریہ یہی ہے کہ ایسی ہر منصوبہ و مطلوبہ مسجد ہمسایہ غیر مسلم اقوام سے اخلاقی و معاشرتی ضوابط کی بنیاد پر مفاہمت و مصالحت کے ذریعہ ہی بآسانی حاصل کی جاسکنے کی نسبتاً بے ضرر تجویز پر عمل درآمد کیا جاتا رہے۔ محض ہنگامہ آرائی سول نافرمانی قانون شکنی فساد و غارت گری اور خوں ریزی سے ہر ایسی تحریک بذاتہٖ تباہ و برباد ہو جائے گی۔ خود ملکی و قومی تحریکات کو سخت نقصان پہنچے گا اور آئندہ کے لیے ہندوؤں اور سکھوں سے کسی مطالبہ کی تکمیل کیلئے نفس گفتگو تک کا دروازہ بھی بند ہو جائے گا۔ چنانچہ پہلے یہی کچھ ہوکر رہا کہ تحریک شہید گنج میں اس غریب جماعت کی ایک نہ سنی گئی بلکہ سنہ چھتیس/سینتیس کے انتخابات میں اس کی بے پناہ مقبولیت و کامیابی کے حسد میں سازش کر کے سر فضل حسین اور دوسرے انگریزی گماشتوں کی طرف سے احرار پر تہمت و بہتان اور افترا کی یلغار کی گئی۔ اس کے خلاف ہنگامے برپا کئے گئے، اس کے اکابر کو دھمکیاں دی گئیں، سندھ سے بنگال تک بہت سی جگہ اس کے کارکنوں اور رضا کاروں سے زبردستی اُلجھاؤ اور تصادم کیا گیا، قاتلانہ حملے کیے گئے، کئی بے گناہ احرار شہید و مجروح ہوئے اور اس کے سیاسی وقار کو سخت نقصان پہنچا کر ایک قابلِ قدر فعال و مجاہد گروہ کی خدمات اور آزاد حکومت میں اس کی شرکت کے ذریعہ تعمیرِ ملک و ملت کی جدوجہد سے قوم کو محروم کیا گیا۔ لیکن نتیجہ ڈھاک کے تین پات وہی نکلا جو احرار نے روزِ اول سے بتا دیا تھا۔ چنانچہ سکھ اڑ گئے وقتی قانون بھی ان کے حق میں ہو گیا۔ سیکڑوں بے گناہ مسلمان شہید ہو گئے لیکن مسجد شہید گنج نہ واگزار ہوئی نہ مسلمان اس میں عبادت کر سکے۔ بلکہ تقسیم سے پہلے بھی وہ سکھوں کے دعوی کے مطابق گوردوارہ سمجھی گئی اور حد یہ ہے کہ تقسیم کے بعد سیاسی فاتح جماعت مسلم لیگ کی بلا شرکتِ غیرے حکومت قائم ہونے کے باوجود بھی کعبہ کی بیٹی فرزندانِ توحید کی تحویل میں نہ آسکی۔ بلکہ بدستور غاصب و ظالم سکھ قابضوں کی مملوکہ ہی شمار ہوئی۔

سینتیس برس بعد آج شہید گنج پر پولیس کا پہرا جوں کا توں قائم ہے اور مسلمان اس کے پاس سے حسرت و یاس اور ناکامی کا غم لیے اجنبیوں کی طرح گزر جاتے ہیں۔ لیکن انھیں اسے مسجد ہی نہ سہی مطلق ایک عبادت گاہ سمجھ کر اس میں نماز ادا کرنا تو کجا اسے چھونے اور دیکھنے کی بھی اجازت نہیں۔ کعبہ کی بیٹی آج بھی فریاد کناں ہے کہ جنھوں نے برسوں پہلے اس کی عزت و ناموس کا سودا کر کے اس کے اصل خیر خواہ خادموں کو جماعتی حسد اور سیاسی انتقام کی سولی پر ٹانکنے کا ناقابل معافی جرم کیا تھا وہ آج اپنے مفروضہ دعاوی اور سیاسی سٹنٹ ہی کی تکمیل کرتے ہوئے اس کی واگزاری کے لیے اپنے اختیار اور قانون کو استعمال کیوں نہیں کرتے۔ اُس وقت تو انگریزی راج اور ہندوؤں سکھوں کے غاصبانہ تسلط کا گلہ اور عذر ہوسکتا تھا، لیکن وہ خود حاکم ہو کر کیوں غیرت کو غرق کر بیٹھے ہیں؟ اور مسجد کو گوردوارے کی حیثیت سے نکال کر مسلمانوں کی عبادت گاہ بنانے اور ان کے قبضہ و استعمال کے جائز ہونے کا اعلان کیوں نہیں کرتے؟ اور احرار کے نظریہ و موقف کی مثبت

عملی تائید کرتے ہوئے انھیں ہول کیوں اٹھنے لگتا ہے؟

ایسی ہی ایک مسجد منزل گاہ سکھر میں ایک روشن حقیقت بن کر سامنے آئی کہ یہاں بھی ابتدائی مفاہمت و مصالحت کی تجویز ٹھکرانے سے کام بگڑا۔ دونوں اقوام ہر قسم کے نقصان سے مجروح ہوئیں اور جب انجام کی خرابی نظر آئی اور لیگی وزارت کو اپنے وقتی اقتدار کے تحفظ کی فکر ہوئی تو احرار کی اسی مسترد کردہ تجویز کو بہ صد ذلت وخواری قبول کرنے، اسے عمل میں لانے اور دائرۂ قانون کے اندر غیر مسلموں کے ساتھ مفاہمت و مصالحت کے فارمولے کو ہی کسی درجہ میں اپنانے سے مسجد واگزار ہو کر مسلمانوں کو ملی اور بحمد اللہ آج تک انھی کے پاس ہے۔

باقی شہید گنج اور مسجد منزل گاہ سکھر کے تاریخی پس منظر اور اس کی تعمیری داستان میں ایک بنیادی فرق البتہ موجود ہے کہ شہید گنج تو مشکوک عبادت گاہ ثابت کی گئی تھی اور مسجد منزل گاہ فی الحقیقت آغاز ہی سے مسجد تھی جسے حیلہ بازی سے معطل و بے آباد بنانے کا مکروہ منصوبہ بروئے کار لایا گیا تھا۔ مگر......سنگ آمد وسخت آمد۔ و لے بخیر گذشت۔

دوسرا سالانہ سہ روزہ دورہ تربیت المعلمین

6 تا 8 اپریل 2020ء بروز سوموار تا بدھ، ایوان احرار C/69 نیو مسلم ٹاؤن لاہور

مجلس احرار اسلام کے شعبہ تعلیم کے زیرِ اہتمام، مجلس کے ماتحت کام کرنے والے تمام مدارس و جامعات کے اساتذہ کی تربیت کے حوالے سے منعقد ہو رہا ہے۔ تمام مدارس و جامعات کے ذمہ داران کو جلد ہی دعوتی خط موصول ہو جائے گا۔ جن حضرات تک دعوت نامہ نہ پہنچ سکے وہ اسی اشتہار کو دعوت نامہ تصور کریں۔

نوٹ: تمام احباب 5 اپریل بروز اتوار شام تک ایوان احرار لاہور پہنچ جائیں

شعبہ تعلیم مجلس احرار اسلام پاکستان / برائے رابطہ، ڈاکٹر محمد آصف: 0300-9522878

جامعہ بستان عائشہ (بنات) دارِ بنی ہاشم ملتان کا اعزاز

امسال وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے زیر اہتمام 1435 تا 1440 ہجری کے سالانہ امتحانات میں ملکی و صوبائی سطح پر پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ و طالبات اور مدارس کو انعامات و اعزازات سے نوازا گیا۔ صوبہ پنجاب کے مدارس کی تقریب تقسیم انعامات جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور میں 16 جنوری 2020ء صبح 10 بجے منعقد ہوئی جس میں ''جامعہ بستان عائشہ'' ملتان کی ایک طالبہ کو صوبائی پوزیشن حاصل کرنے پر انعام دیا گیا جو کہ اس کے بھائی نے وصول کیا جبکہ مدرسہ کی اعزازی شیلڈ اور انعام مدرسہ کی طرف سے مقرر کیے گئے نمائندہ، مجلس احرار اسلام لاہور کے ناظم قاری محمد قاسم بلوچ نے وصول کیا۔

میرا افسانہ قسط: ۱۷

مفکرِ احرار، چودھری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ

مک لیگن کالج ایجی ٹیشن:

اس عرصہ میں لاہور سے خبر آئی کہ احرار نے میکلیگن کالج کے پرنسپل کا معاملہ ہاتھ میں لے لیا ہے۔ یورپین پرنسپل، حکومت کا فرد، غلاموں کے آقا کی قدر کیا جانے، سرکارِ دو عالم کے خلاف نازیبا کلمات زبان پر لایا۔ ہندوستان کے مسلم غلاموں کے پاس عرب کے آقا کا نام ہی تو سارا سرمایۂ حیات ہے۔ نوجوان طالب علم بھڑک اٹھے۔ امراء نے ابتدا میں ان کی حوصلہ افزائی کی۔ جب پرنسپل نے معافی مانگنے سے دلیرانہ انکار کیا تو اونچے طبقے نے دم توڑ دیا۔ ساری ایجی ٹیشن احرار کے گلے ڈال کر خود تماشائی کی حیثیت اختیار کر لی۔ مسلمانوں نے احرار کی رہنمائی میں میکلیگن کالج کو گھیر لیا۔ پولیس نے سیکڑوں مسلمانوں کو مار بھگایا اور بیسیوں کو گرفتار کر لیا۔ مولانا محمد داؤد غزنوی سابق جنرل سیکرٹری مجلس احرار ہند اور معزز دوستوں کے ساتھ جیل دیے گئے۔ مولانا مظہر علی جو ہمارے وفد کے رئیس تھے۔ سرینگر سے لاہور آ گئے تاکہ جماعت بیک وقت دو محاذوں پر نہ لڑے اور حتی المقدور یہ قضیہ بعجلت اور باعزت طریق سے حل ہو جائے، خدا کی مہربانی سے انھیں کامیابی ہوئی اور پرنسپل نے مسلمان اکابرین کے سامنے کھلے الفاظ میں معافی طلب کی، معاملہ ختم ہو گیا، تمام گرفتار رہا کر دیے گئے، جو ہڑتال پر تھے کالج چلے گئے۔

دنیا انگریزی استعمار کے فریب کو جانتی ہے کہ جس کی چالوں اور ابلہ فریبیوں سے شیطان مات کھا جاتا ہے، یہ تو بھولے بھالے کشمیری تھے انگریز کے قادیانی ایجنٹوں کی چال میں آ گئے۔ ہماری معروضات کو انتہا پسندوں کا ناقابلِ عمل مطالبہ سمجھ کر ترک کر دیا، اس پر حکومت کے بعض مسلمان اہلکاروں کے جواب میں ہم نے بھی ایک جماعت فراہم کر لی، جو کشمیر کی طرف سے ہمارے مطالبات کی تائید کرے اور جس کا نعرہ آئینی آزادی ہو۔ اب ہم حکومت سے بات چیت کرنے کیلئے بہتر پوزیشن میں تھے کیونکہ ہماری پشت پر کشمیر میں ایک جماعت تھی۔ جس نے ہماری رائے کے مطابق مطالبات پیش کر دیے۔ اربابِ اقتدار سے گفتگوئے مفاہمت کا نتیجہ حسب خواہش نہیں تھا۔ ہم نے وزیر اعظم اور مہاراجہ بہادر سے بات چیت کی مگر بے سود، وہ تو ایک بات بھی ماننے کے لئے آمادہ نہ تھے۔ اس لیے ہم فوراً ریاست چھوڑ کر واپس آ گئے۔

سول نافرمانی:

مولانا مظہر علی سیالکوٹ کے اکیس نوجوان رضا کاروں کا جتھہ لے کر سول نافرمانی کرنے آگے بڑھے ریاست

کی سرحد پر گرفتار کر لئے گئے یہ عام ہجوم کا اعلان تھا۔ پنجاب کے ہر ضلع سے نوجوان رضا کار ٹوٹ پڑے۔ سیالکوٹ کے کوچہ وبازار سرخ پوش رضا کاروں سے گلِ احمر بن گئے۔ ریاست نے مسلمان کی قوت عمل کا اندازہ پانچ ہزار قیدیوں سے زیادہ نہ لگایا تھا۔ صرف پانچ دن میں دس ہزار مسلمان سرحد پار ہو کر گرفتار ہوا۔ ریاست کا سارا انتظام درہم برہم ہوگیا۔ حکومت ہند اور انگریزی افواج نے ریاست کا چارج لے لیا۔

جوں ہی خبر لگی کہ انگریز ریاست کا مدار المہام بن گیا ہے۔ تو پھر مسلمان امراء کے ولولے سرد پڑ گئے، اور لا بہ گری اختیار کی اور ایک اعلان کے ساتھ مسلمانوں کو سول نافرمانی سے باز رکھا۔ لیکن مجلس احرار کے لیے انگریزی جبروت کے سامنے ہتھیار ڈالنا ممکن نہ تھا۔ گورداسپور، گجرات جہلم اور راولپنڈی کی سرحدوں کی طرف سے بھی مسلمان جتھے بنا کر آگے بڑھے تین ماہ میں ۴۵ ہزار مسلمان گرفتار کیا گیا۔ پنجاب کی طویل وعریض جیلوں میں کہیں گنجائش نہ رہی، یہاں تک کہ پولیس کے آفیسر، رضا کاروں کو رات بھر دفتر احرار میں سلاتے اور صبح لے جاتے تھے۔ سول نافرمانی کی ساری تاریخ میں کسی قوم نے اس بے جگری کا ثبوت نہیں دیا۔ بوڑھے اور بچے سب ہی قیدیوں میں شریک تھے۔ چھوٹے بچوں نے سب سے زیادہ ہمت اور صبر سے قید کاٹی۔

پنجاب گورنمنٹ مدت تک مجلس احرار سے بات چیت کرتی رہی۔ درمیان میں جمعیت العلماء کے وفد یعنی مفتی کفایت اللہ اور مولانا احمد سعید صاحب کی وساطت سے بھی حکام ریاست اور پنجاب گورنمنٹ احرار سے صلح کی گفتگو کرتے رہے، احرار کے نزدیک کشمیر کے لئے کمپرومائز کرنا کشمیری مسلمان کے حقوق کے ساتھ غداری تھی۔ حکومت ہند ''مان ٹیگو چیمسفورڈ سکیم'' سے پہلے کی سکیم پر رضا مند تھی۔ جب سرکار اور احرار کا سمجھوتا نہ ہوسکا تو حکومت نے گلینسی کمیشن کے تقرر کا اعلان کیا۔ مجلس احرار نے اس کمیشن کے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا گلینسی کمیشن نے حکومتِ ہند اور احرار کے نظریات کے درمیان کی راہ اختیار کی۔ مجلسِ احرار نے اپنے فیصلہ سے کم کسی بات پر رضا مند ہونا قبول نہ کیا۔

کانگریس کے دوستوں نے ہمارے اس اقدام کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھا اور ریاستوں میں جدوجہد کو ملکی مقاصد کے خلاف بتایا۔ ہمیں یقین تھا کہ ایک دن کانگریس کو ہماری تقلید کرنا پڑے گی۔ ہمسائے کو مصیبت میں دیکھ کر چپکے سے گزر جانا انتہا کی شقاوت ہے۔ بے شک ہم بھی غلامی میں پھنسے ہیں۔ لیکن والیانِ ریاست نے کمال کر دیا ہے۔ ظلم وستم کو اپنا پیدائشی حق سمجھ رکھا ہے۔

ماہ رمضان:

ایجی ٹیشن زوروں پر تھی کہ رمضان کا پاک مہینہ آ گیا۔ کیا دیکھا کہ مسلمانوں کا سارا جوشِ جہاد یک لخت ختم ہوگیا۔ وہ مجاہد جو سچ مچ دین پر جان دینے کے لیے آمادہ تھے ان کے سارے ولولے سرد پڑ گے۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوا کہ

ساری قوم میدان محاربہ سے ہٹ کر معتکف ہوگئی ہے۔ کسی زبان پر کشمیر کا نام نہ تھا۔ رمضان اور قرآن تھا ہر کہ ومہ عبادت میں مصروف ہوگیا اس سے قطع نظر کہ اسلام میں اُس جدوجہد کا بھی کوئی ثواب ہے جو اسلام کی سربلندی اور وطن کی آزادی کے لیے کی جائے۔ قومی عبادت کے مقابلہ میں عملی جدوجہد کا کوئی جذبہ باقی نہیں رہا۔ حالانکہ قرون اولیٰ میں ایسے صحابہ گزرے ہیں جو مصروف جہاد رہنے کی وجہ سے رمضان کے روزے نہ رکھ سکے۔

رمضان کے بعد ہم نے عبث امید کی کہ پھر جدوجہد کا میدان گرم ہوگا۔ مسلمان کچھ ایسے بیٹھے کہ عید کے بعد بھی نہ اٹھ سکے۔ فیروز پور کی مجاہدہ بہنوں کا ایک گروہ چودھری عبدالستار بی۔ اے کی رہنمائی میں لاہور آیا۔ تا کہ مردوں کو غیرت دلائیں انہوں نے مختلف مقامات پر لیکچر دیئے۔ لیکن گاڑی کا رک کر چلنا مشکل ہوگیا۔ چوہدری عبدالستار کی اہلیہ جلد ہی گرفتار ہوکر سزایاب ہوئیں۔ میں کئی ماہ سے بیمار تھا۔ اس عرصہ میں کانگرس کی جبری سول نافرمانی کا آغاز ہو چکا تھا۔ کسی نے سرکار کے کان میں سچ جھوٹ کہہ دیا کہ احرار کی تحریک تو وہ بیٹھا چلا رہا ہے۔ چنانچہ مجھے بھی نوٹس ملا کہ لاہور چھوڑ کر گڑھ شنکر رہو۔ میں نے ہر چند چاہا کہ مسلمان کانگرس کی تحریک ساتھ مل کر ہی اٹھیں۔ مگر مسلمان ایسے بیٹھے کہ پھر اٹھنے کا نام نہ لیا۔

مسلمان کے اس حال کو دیکھ کر جان کانپ گئی۔ روزے تو عذر کی بنا پر چھوڑ کر پھر رکھے جاسکتے ہیں۔ لیکن جدوجہد اور جہاد سے ایک لمحہ غافل ہوکر قومیں ہمیشہ کے لیے مغلوب اور بعض اوقات تہ تیغ ہو جاتی ہیں۔ میدان محاربہ میں ادنیٰ سی لغزش قوموں کی قسمت بدل دیتی ہے۔ قوم جو جہادِ زندگی کو دیگر عبادات سے افضل تصور نہ کرے وہ زمانے میں سر بلند نہیں رہ سکتی۔ اس لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جہاد میں چار متصل نمازیں قضا ہوگئیں۔ لیکن جہاد سے ایک لمحہ غافل نہ ہوئے۔ کیوں؟ اس لیے کہ خدا عذر قبول کر لیتا ہے اور عفو کر دیتا ہے۔ لیکن آمادۂ قتال قومیں کسی کو نہیں بخشتیں۔ کاش میری قوم قرونِ اولیٰ کے حقیقی اسلام کی طرف رجوع کرے اور سمجھ لے کہ جہاد سے افضل کوئی عبادت نہیں۔ قول پر عمل کو ترجیح ہے۔ غرض یہ باعظمت تحریک رمضان شریف کی نذر ہوگئی۔ برسوں کے بعد مسلمان قربانی کے عظیم مظاہرہ کی ابتداء کر کے رہ گئے۔ آخر کار مجھے بھی دھر لیا گیا اور ایک سال کی سزا سنادی گئی۔

ملتان جیل:

کچھ دن سنٹرل جیل لاہور میں رہا۔ پھر مجھے ملتان نئی جیل میں بھجوادیا گیا۔ وہاں مولانا مظہر علی اظہر، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا محمد داؤد غزنوی، مولانا احمد علی، مولانا عبدالرحمٰن، شیخ حسام الدین پہلے سے نظر بند تھے۔ جمعیت العلماء کے راہنما مولانا احمد سعید، مولانا مفتی کفایت اللہ، مولانا نور الدین بہاری اور مولانا حافظ عبدالحلیم بھی اسی جیل میں جلوہ افروز تھے۔ علم وعرفان کی بارش کے ساتھ ساتھ پھکڑ بازی کا بھی کوئی وقت مقرر نہ تھا۔ نیکی اور بدی برابر ہاتھ میں ہاتھ ڈالے جیل کے روشوں پر گھومتی ہیں!

یہاں فطرت انسانی کے دونوں پہلو پورے طور پر نمایاں تھے۔ جیل کی مختصر دنیا میں چھوٹے چھوٹے جھگڑے اکثر خوب طول کھینچ لیتے تھے۔ غلامی کی طرح جیل کی نظر بندی بھی تنگ دلی سکھاتی ہے اور اعلیٰ مقاصد کو نظر انداز کر کے ادنیٰ اغراض کی طرف مائل کر دیتی ہے۔ بڑے بڑے لوگوں کو چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھگڑتے دیکھنا، دل خوش کن نظارہ نہیں مگر یہ کھیل جیل میں عام ہے۔

انہی ایام میں فصل گل گزر چکی تھی لیکن پت جھڑ کا موسم ابھی نہ آیا تھا۔ میں ایک روز صبح کے وقت جیل کے باغیچہ میں پژمردہ پھولوں کی گری ہوئی پتیوں کو افسردہ دل ہو کر دیکھ رہا تھا اور میرا اطمینان علم کی بے یقینیوں نے لوٹ لیا تھا کہ یک بیک میں نے محسوس کیا میرے دل کے باغ میں بہار آ گئی ہے اور جھکڑ کی بجائے نسیمِ صبح چلنے لگی ہے۔ اعلیٰ خیالات چشمۂ حقانی سے نکل کر زم زم و پانی کی طرح بہنے لگے ہیں۔ قلبِ حزیں مسرتوں سے بھر گیا۔ میں نے محسوس کیا کہ حقیقتِ منتظر دل کے دروازوں کے اندر آیا ہی چاہتی ہے۔ میں خدا سے کیسا راضی ہو گیا...... نہ مجھے کبھی ایسا تصور ہوا تھا نہ کوئی ایسا تصور کر سکتا ہے۔ یوں معلوم ہوا کہ مدت کے بچھڑے محبوب کے آنے کی اچانک خبر پا کر میں استقبال کی تیاریوں میں مصروف ہوں۔ اور چاہتا ہوں کہ اس کے آتے ہی فراق کی غمگین مگر محبت بھری داستان سناؤں۔ اسلوب ایسا اختیار کروں کہ جدائی کی تلخی زبان کی حلاوت میں گم ہو کر اس شیریں آم کا مزہ دے جائے جس میں قدرت نے ہلکی ہلکی ترشی اس لئے ملائی ہو کہ دل مانگتا رہ جائے۔

شدت احساس نے قوت گویائی کو کم کر دیا اور قلبِ جاری نے میری زبان بند کر دی۔ اس سے فرصت پاؤں تو اور طرف نگاہ اٹھاؤں۔ محبت تنہائی میں آسودہ رہتی ہے۔ میری کم سخنی اور گوشہ نشینی سے دوستوں نے سمجھا کہ مرزا غلام احمد کی طرح مذہب کا نیا جال بن کر امت مسلمہ کو پھانسنے کی تیاریوں میں مصروف ہوں۔ سپاہی سے فریب کی توقع سوء ظن ہے۔ میں نے قوم کو مذہبی طور سے نہیں سیاسی طور سے مظلوم پایا ہے۔ میں ان زنجیروں کو کاٹنے میں مصروف ہوں جن میں وطن عزیز اور دنیائے اسلام جکڑے ہوئے ہیں۔ یہ کیفیت قلب شاید میری اس سعی کا انعام ہے جو زندگی کے نامساعد حالات کے باوجود کر رہا ہوں۔ محبت سے ناآشنا نہیں جانتا کہ محبوب خوشی کے عالم میں گھونگٹ کھول کر کبھی ایک جھلک دیکھ لیتا ہے۔ اس کا نور قلب پر کیفیتِ طور پیدا کرتا ہے۔ جہاں حضرت موسیٰ بے ہوش ہو جائیں وہاں میں دنیا سے بے خبر ہو گیا تو کیا ہوا۔ طور کا تکرار نہ سہی، ادنیٰ کیفیت ہی سہی۔ گھونگٹ سارا کھلا نہ سہی ایک کنارہ ہی سہی، یہ بھی تو دیکھو میں موسیٰ نہیں۔ شاید قدرت باندازۂ بینا محبت تقسیم کرتی ہے۔ میری اتنی ہی بساط تھی کہ میں اسی میں راضی ہوں۔

غرض جذب و عشق نے ایک معیّن صورت اختیار کرنا چاہی۔ کہ سر دلبر کو کس کہانی میں بیان کروں۔ کس سلمیٰ اور لیلیٰ کو ڈھونڈوں۔ کہ محبت بانگِ بے ہنگامہ بن کر نہ رہ جائے بلکہ میٹھا راگ بنے تاکہ سن کر کوئی اثر پذیر ہو۔ طبعی رجحان اس شخص کی تعریف کی طرف تھا جس کے قول و فعل سے دنیا کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچا اور جس کا قول و عمل جسم اور جان دونوں

کے لیے بہترین پروگرام پیش کرتے ہیں۔ لیکن جس کو ماننے کے باوجود اِس زمانہ میں اُس کی قوم دوسروں کی رہنمائی کی محتاج ہوگئی۔ حالانکہ حق یہ تھا کہ دنیا اُس کی رہنمائی قبول کرے۔

طبیعت کے رجحان اور دوستوں کے ایماء پر میں نے ہندوستانی خیال کو حجازی لے میں گانا شروع کردیا اور ملتان جیل میں بیٹھ کر نواحِ عرب کے ناقہ سوار کی تعریف میں قلم اٹھایا۔ آنسوؤں کی روانی میں طبیعت کی کہانی کو ''محبوبِ خدا'' کے نام سے شروع کیا اس کتاب میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گوناگوں کمالات کی طرف صرف اشارہ کرنے ہی کی فرصت ملی تھی کہ جیل کے ایامِ آخر آ گئے۔ پھر کش مکشِ حیات نے رنگ میں بھنگ ڈال دی۔

صوفی تجھے قلب پر ضربات لگانے کی مہلت ہوگی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو جہاد میں نماز قضا ہوگئی۔ میرا بھی دل چاہتا ہے کہ گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر عشق کی دنیا کو آباد کروں۔ لیکن عیسیٰ (علیہ السلام) کی بھیڑیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کھیتی کو چر گئیں۔ شیطان بازار میں ننگا ہوکر ناچنے لگا۔ مسلمان کی عافیت کوشی نے مرکزِ اسلام کو خطرہ میں ڈال رکھا ہے۔ فرض کو چھوڑ کر محبت کے مزے لوٹا کروں۔ نہیں مسلمان کی شان یہ نہیں۔ صوفی! محبت کی رنگین وادی میں رہ کر نعرہ حق کی فرصتیں کہاں۔ فرض کے صحرائے خشک کا راستہ اختیار کر کے فرہاد کی طرح کوہکنی کی ضرورت ہے۔ دنیا کی حسین وادیوں میں کھو جانے کے لئے مسلمان پیدا نہیں ہوا۔ اسے جان جوکھوں میں ڈالنے کا حکم ہے۔ خشک فرض کے صحرا کو عبور کرتے ہوئے رنگین محبت کا متبسم نخلستان آجائے تو گھڑی دو گھڑی سستا لو لیکن فرض پر محبت کو ترجیح دینے کا حق کہاں ہے۔ جب خدا میدان جہاد میں کھڑا پکارے اور بندہ گوشے میں سکون ڈھونڈے۔ یہ مذہب سے مذاق ہے اور روحانیت سے فریب ہے۔

جیل سے نکل کر میں پھر سیاست کے خشک میدان میں داخل ہوگیا۔ یہاں محبت کی کہانی بھولنے لگی۔ فرض میں کسر رہ گئی تھی وہ پوری ہو جائے تو شاید اور قرب نصیب ہو۔ اے صوفی برحق! دروازے پر محض صدا دینے سے تو وہ دروازہ کھول کر سامنے نہیں آتا۔ رونمائی کے لئے کوئی نقد جان لائے تو وہ رخِ انور سے پردہ ہٹائے۔ تو نے محض قول پسند کیا۔ میں نے عمل قبول کیا۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ وہ حال کو دیکھتا ہے قال کو نہیں پوچھتا۔

ملتان جیل کی کہانی ابھی مکمل نہیں ہوئی۔ بلبلِ اسیر قفس کی تیلیوں سے سر ٹکرا کر بچھڑے چمن کے درد بھرے راگ جس سوز سے گاتی ہے، اسی سوز و ساز سے محبانِ قوم و ملک پابندِ بلا ہوکر جیل کے خشک اور غمگین ماحول میں غم غلط کرنے کے لیے مدھم سروں میں فراق کے گیت گاتے ہیں۔ لیکن غم غلط کرنے کی یہ غیر معین صورت ہے۔

آپ بیتی سے اکتا کر جگ بیتی سننے کو سب کا جی چاہا، فیصلہ ہوا کہ شاعری پر ستم ڈھایا جائے۔ قرار پایا کہ مجھے میرِ مشاعرہ بنایا جائے۔ شاخِ کہنہ سے میوۂ نورس کتنا غنیمت ہے۔ مفتی کفایت اللہ صاحب نے کم، مگر مولانا احمد سعید نے کمال کردیا۔ الفاظ کا پیراہن شاہدِ خیال کو پہنایا۔ عشق کا جامہ چاک کر کے اسے گلی کوچوں میں پھرایا۔ شریعت مآب مولانا کی حجاب ماب

شخصیت کے سایہ میں حسن وعشق کے جذبات بے محابا رقص شروع کیا۔ حافظ عبدالحلیم کی رنگین نوائی لکھنوی قسم کی شاعری کے دوش بدوش جاری تھی۔ مولانا مظہر علی اظہؔر مرثیہ کی رنگ میں غزلیں پڑھتے تھے لیکن کہتے خوب تھے۔ ایک انقلابی نوجوان ساتھی اپنے ان ساتھیوں کی تعریف میں جو وطن عزیز کی آزادی کی خاطر جان قربان کر چکے تھے۔ ایسی نظمیں لکھتے تھے کہ ہر مصرعہ نوکِ سناں ہو جاتا تھا۔ میکش صاحب روئی سے شراب چوس کر کثرتِ خیال میں الجھی ہوئی غزلیں کہتے اور نو آموز دوست بھی طرح مصرعہ پر طبع آزمائی کر کے شگفتہ طبیعت لوگوں سے داد لیتے۔ جہاں مولانا احمد سعید، حافظ عبدالحلیم اور مفتی صاحب شاعری کریں اور مولانا داؤد غزنوی، مولانا حبیب الرحمٰن، مولانا احمد سعید، عطاء اللہ شاہ داد دینے والے ہوں۔ اس مشاعرہ کی اہمیت کا کیا کہنا! وہاں متانت کو شوخی نے پچھاڑ رکھا تھا۔ جذبات علم سے کئی قدم آگے آگے چلتے تھے۔

(جاری ہے)

عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانیوں سمیت تمام غیر مسلموں کو دعوت اسلام دینے کے لیے داعیانِ الی اللہ کی تیاری

چوتھا سالانہ 10 روزہ

دورہ تربیت المبلغین

مقام: مرکزی دفتر مجلس احرار اسلام پاکستان، 69/C حسین سٹریٹ وحدت روڈ نیو مسلم ٹاؤن لاہور

زیر سرپرستی

ابن امیرِ شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

28 مارچ تا 6 اپریل 2020ء
4 تا 13 شعبان 1441ھ

فضلاء درس نظامی کے لیے

شاندار موقع

شرائط داخلہ
(۱) سکول و کالجز کے طلباء کے لیے تعلیم کم از کم میٹرک
(۲) مدارس کے طلباء کے لیے درس نظامی
(۳) اصل قومی شناختی کارڈ اور اس کی فوٹو کاپی ہمراہ لائیں

جید علماء کرام، مذہبی سکالرز اور سابق قادیانی ماہرین کی ٹیم جدید ترین سمعی بصری ذرائع ابلاغ کے ساتھ داعیان کی تیاری کروائیں گے

نوٹ: موسم کے مطابق بستر ہمراہ لائیں

منجانب: شعبہ تبلیغ تحفظِ ختم نبوت مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان / برائے رابطہ ڈاکٹر محمد آصف 0300-9522878

اخبار الاحرار

مجلس احرار اسلام کا نوے سالہ سفر (رپورٹ: حکیم حافظ محمد قاسم)

تحریک آزادی ہند میں جن انقلابی جماعتوں نے اپنے مذہب وقوم اور وطن کے لیے انگریز سامراج کا مقابلہ کیا اور جدوجہد آزادی میں لازوال وبے مثال ایثار وقربانی اور ایمان وعزیمت کی داستانیں رقم کیں ان میں مجلس احرار اسلام سرفہرست ہے، جس کی جرأت استقامت بہادری اور بے باکی کی داستانیں تاریخ کے صفحات پر درج ہیں۔ یہ وہ وقت تھا کہ امت مسلمہ میں غلامی کے مسموم اثرات تیزی سے پھیل رہے تھے۔ انگریز مسلمانوں کے دلوں اور ذہنوں سے جذبہ جہاد کی آخری چنگاری اور رمق ختم کرنے کے لیے ایک جھوٹے نبی مرزا غلام قادیانی کو جنم دے چکا تھا، ایسے سنگین حالات کے پیش نظر اسلام کے مصدقہ اصولوں کے تحت ایک بہادر اور جری دینی عوامی جماعت کی شدید ضرورت تھی، مسلمانوں کے متوسط اور نچلے طبقات کے غیور اور جفاکش لوگوں کی اپنی آواز ہو جو غیر مسلم جماعتوں کی شرانگیزیوں اور فرقہ ورانہ سرگرمیوں کا سدباب کرے، اسی سلسلہ میں 29 دسمبر 1929 کو دریائے راوی کے کنارے لاہور میں تحریک آزادی اور تحریک خلافت کے رہنماؤں امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمان لدھیانوی، مفکر احرار چودھری افضل حق، شیخ حسام الدین، مولانا مظہر علی اظہر، سید محمد داوٗد غزنوی مولانا ظفر علی خان، ماسٹر تاج الدین انصاری جیسے سربکف وجان باز مجاہدوں نے مجلس احرار کے نام سے ایک نئی انقلابی جماعت کے قیام کا اعلان کیا، عوام نے مسرت آمیز جذبات کے ساتھ اس کا پرجوش خیر مقدم کیا، بطل حریت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری قافلہ احرار کے اوّلین سالار اور حدی خواں مقرر ہوئے۔

کفن بردوش سرخ پوش مجاہد سرخ پرچم ہاتھوں میں تھامے بغاوت کے لیے شہادت کے گیت چھیڑ کر میدان عمل میں قدم رکھنے کے لیے رواں دواں ہوئے، جبکہ مقابلہ میں انگریز سامراج اپنے تمام تر ظلم واستبداد اور قہر سامانی کے ساتھ تعذیب خانوں کے دروازے کھول دیے گئے، پھانسی کے تختوں، مشین گنوں، لاٹھی چارج، پولیس، فوج، ڈنڈا فورس سے لیس ان وفا شعار مجاہدوں اور جفاکش رضا کاروں کے استقبال کے لیے موجود تھا، ادھر مجلس احرار اسلام کے قیام کے اگلے سال ہی قادیانی مرزا بشیر الدین نے کشمیر کے معاملات میں مداخلت کر کے کشمیر کو مرزائی اسٹیٹ بنانے کی سازش کی تو مجلس احرار اسلام نے اس گہری سازش کو ناکام بناتے ہوئے تحریک کشمیر میں قائدانہ کردار ادا کیا اور جنت نظیر وادی کے مسلمانوں کو ڈوگرہ راج کے مظالم سے نجات دلائی اور وہاں قادیانی سازش کے خطرناک نتائج سے بچایا، قادیانی سازشیں بڑھ رہی تھیں اور قادیان کو مسلمانوں کے لیے نوگو ایریا بنادیا گیا تھا، اس کے توڑ کے لیے مجلس احرار اسلام نے قادیان میں سب سے پہلے اپنا دفتر قائم کر کے اس جمود کو توڑا، اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی الوالعزم قیادت میں احرار کا جانثار قافلہ قادیان میں داخل ہوا 13,12,11 رجب 1353ھ، مطابق 23,22,21 اکتوبر 1934ء بروز اتوار، سوموار، منگل، قادیان میں 3 روزہ احرار تبلیغ کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں ہندوستان کے طول وعرض سے احرار کارکنوں اور علماء کرام مشائخ عظام نے شرکت کی، احرار کی

اس یلغار سے انگریزی نبوت کا شیش محل چکنا چور ہوگیا، مرزائیت کی غنڈہ گردی ختم ہوئی خصوصاً قادیان کے مسلمانوں نے سکھ کا سانس لیا اور تحریک تحفظ ختم نبوت کا آغاز ہوگیا امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی تین دن کی تقریروں نے استعماری ایجنٹ قادیانیوں کی چولیں ڈھیلی کر دیں، تحریک پاکستان بڑی شدومد سے چل رہی تھی اسی اثناء میں قادیانیوں نے باؤنڈری کمیشن کے سامنے تقسیم ہند کا ایک علیٰحدہ فارمولہ پیش کر کے گورداس پور کو ہندوستان میں ضم کرنے اور کشمیر کی حیثیت متنازع بنانے کی سازش کی، اس سازش و تلبیس کے خلاف مجلس احرار اسلام نے پورے ہندوستان میں احتجاج کیا اور بھرپور جدوجہد کی۔ قیام پاکستان کے بعد مجلس احرار اسلام نے حکمت عملی اور پالیسی طے کی کہ مجلس احرار اسلام عارضی طور پر ملک کی انتخابی سیاست میں حصہ نہیں لے گی، جبکہ مجلس احرار اسلام کے شعبہ تبلیغ تحفظ ختم نبوت کو تحرک بخشنے کا فیصلہ کیا۔

1953ء میں مرزائیوں نے مسلمانوں اور پاکستان کے خلاف سازش کے اگلے مرحلے پر عمل کرتے ہوئے بھارت سے ساز باز کر کے پاکستان کو تباہ کرنے اور اکھنڈ بھارت بنانے کی مذموم کوشش کی تو مجلس حرار اسلام کے پلیٹ فارم پر پاکستان بھر کی مختلف مذہبی جماعتوں کو عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا اور تحریک تحفظ ختم نبوت پر امن طور پر چلائی گئی، جبکہ اس وقت کی حکومت نے 5 مارچ 1953ء کو لاہور میں مارشل لا لگا کر عاشقان ختم نبوت پر بڑی بے دردی سے گولیاں چلائیں، لاہور، گجرانوالہ، سیالکوٹ، گجرات، ملتان، ساہیوال کے علاوہ ملک کے دیگر شہروں میں شمع رسالت کے پروانے لہو میں نہا گئے، بقول شورش کاشمیری مرحوم بے گناہوں کا لہو عام تھا بازاروں میں خون احرار میں ڈوبی ہوئی شمشیریں تھیں بظاہر اس تحریک کو کچل دیا گیا لیکن امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے فرمایا کہ میں تو زندہ نہ رہوں گا، مگر تم دیکھو گے کہ شہیدوں کا خون بے گناہی رنگ لاکر رہے گا، میں اس تحریک کی صورت میں مسلمانوں کے دلوں میں ایک ٹائم بم فٹ کر چکا ہوں جو وقت آنے پر پھٹے گا اور اس کی تباہی سے مرزائیت کو کوئی نہیں بچا سکے گا، چنانچہ 1974ء میں ایسا ہی ہوا تحریک تحفظ ختم نبوت بھرپور انداز میں چلی اور قادیانی و لاہوری مرزائیوں کو پاکستان کی پارلیمنٹ میں بحث کے بعد غیر مسلم قرار دیدیا گیا، جبکہ 26 اپریل 1984ء کو صدر محمد ضیاء الحق مرحوم نے امتناع قادیانیت ایکٹ جاری کر کے قادیانیوں کو شعائر اسلامی کے استعمال سے قانوناً روک دیا۔ تحریک تحفظ ختم نبوت کے تناظر میں آج بھی مجلس احرار اسلام قائد احرار پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری، پروفیسر خالد شبیر احمد، عبداللطیف خالد چیمہ، محمد کفیل بخاری، میاں محمد اویس، سید عطاء اللہ شاہ ثالث، قاری محمد یوسف احرار، ڈاکٹر عمر فاروق احرار اور مولانا محمد مغیرہ کی پرعزم اور بے داغ قیادت میں سرگرم عمل ہیں، اور 29 دسمبر 2019ء کو پورے نوّے برس جماعت بنے ہو گئے، اسی دن کی مناسبت سے لاہور، ملتان، چیچہ وطنی، ساہیوال، بوریوالا، چناب نگر، ٹوبہ، کراچی، گجرات، گجرانوالہ، رحیم یار خان، تلہ گنگ، ڈیرہ اسماعیل خان، حاصل پور، جتوئی، اور دیگر مقامات پر یوم تاسیس احرار کی پروقار تقریبات پر چم کشائی منعقد ہوئیں جن میں قافلہ احرار کو رواں دواں رکھنے کے عزم کا اعادہ کیا گیا۔

(رپورٹ: خورشید احمد)

زندہ ہے احرار زندہ ہے

تحریک آزادی، تحریک ختم نبوت و برصغیر پاک و ہند کی عظیم حریت پسند جماعت مجلسِ احرار اسلام پاکستان کا قیام 29 دسمبر 1929ء کو عمل میں لایا گیا۔ حریت پسند رہنماؤں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، رئیس الاحرار مولانا

حبیب الرحمٰن لدھیانوی، چودھری افضل حق، مولانا ظفر علی خان، مولانا محمد داؤد غزنوی، مولانا مظہر علی اظہر و دیگر نے ملک میں حکومتِ الٰہیہ کے قیام، انگریز سامراج سے آزادی اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے مجلس احرار اسلام کی بنیاد رکھی اور ہر فتنے کا مقابلہ کیا۔ مجلس احرار کے 90 سالہ یوم تاسیس کے سلسلہ میں مجلسِ احرارِ اسلام ضلع رحیم یار خان کے زیر اہتمام 29 دسمبر 2019 کو دن 12 بجے تا نماز عصر، جرنیل احرار حافظ محمد اکبر اعوان مرحوم کے مدرسہ جامعہ دار العلوم فاروقیہ عثمان پارک رحیم یار خان میں ضلعی صدر حافظ محمد اشرف کی زیر صدارت ایک عظیم الشان جلسہ بسلسلہ 90 سالہ یوم تاسیس منعقد کیا گیا۔ جس میں نبیرہ امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ ثالث بخاری نے بطور مہمان خصوصی شرکت کی۔

جلسہ میں سخن سرا مقررین نے بطلِ حریت مجاہدِ ختم نبوت حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی دینی، ملی خدمات اور مجلسِ احرارِ اسلام کی تاریخ پر روشنی ڈالی۔ مدرسہ کو سرخ ہلالی پرچموں سے سجایا گیا تھا اور ایک خوبصورت سٹیج تیار کیا گیا تھا جس پر احرار کے پرچم اور بینر لگائے گئے تھے۔ یوم تاسیس کے جلسہ کو کامیاب بنانے کے لیے ایک بھرپور دعوتی مہم چلائی گئی اور شہر میں بڑے بڑے پینا فلیکس اور اشتہارات لگائے گئے۔

مجلس احرارِ اسلام کے ضلعی صدر حافظ محمد اشرف، ضلعی ناظم اعلیٰ محمد عبداللہ حجازی، مولانا فقیر اللہ رحمانی، مولانا کریم اللہ، حافظ محمد صدیق قمر، حافظ محمد زبیر کمبوہ، مولانا محمد مغیرہ رحیمی، حافظ قادر بخش احرار، حافظ محمد عاصم کمبوہ، چودھری محمد اکرام، محمد سمیر، محمد حذیفہ و دیگر احرار رہنماؤں اور کارکنوں نے مختلف مقامات کے دورے کیے اور مجلس احرارِ اسلام و دیگر جماعتوں سے وابستہ افراد کو جلسہ میں شرکت کے لیے دعوت دی۔ نبیرۂ امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری جلسہ گاہ پہنچے تو شرکاء نے کھڑے ہو کر استقبال کیا اور احرار زندہ باد کے نعرے لگائے۔ معروف نعت خواں طاہر بلال چشتی نے احرار کا ترانہ اور شاعر احرار عبدالستار حنفی نے احرار پر نظمیں پیش کیں۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض مولانا محمد مغیرہ رحیمی صدیقی نے سرانجام دیے۔

مہمان خصوصی سید عطاء اللہ بخاری ثالث نے اپنے خطاب میں کہا کہ آج سے نوے سال قبل اس قافلے کی بنیاد رکھی گئی اور نوے سال گزرنے کے باوجود بھی مجلس احرار اسلام کے اس تسلسل کو ہم نے زندہ رکھا ہوا ہے اور اپنے اکابرین کے مشن کو جاری و ساری رکھا ہوا ہے۔ مجلس احرار اسلام ایک کردار کا نام ہے۔

کانفرنس سے مولانا عمر فاروق عباسی، حافظ علی احمد احرار نے بھی خطاب کیا۔ کانفرنس کے اختتام پر سید عطاء اللہ شاہ ثالث نے حسب روایت پرچم احرار کو لہرایا اس موقع پر قاضی شفیق الرحمٰن، قاضی خلیل الرحمٰن، مولانا غلام اکبر، قاری ظفر اقبال شریف، مولانا مشتاق ضیائی، حافظ سلطان محمد اعوان، حافظ شبیر احمد اعوان، مفتی سمیع اللہ، میاں عبداللہ فاروقی، قاضی جواد الرحمٰن، مولانا ممتاز اشرفی، چودھری بشارت علی، سید ناصر ہاشمی، قاری عمر فاروق احرار سمیت کارکنان احرار و دیگر جماعتوں سے تعلق رکھنے والے افراد موجود تھے۔　(رپورٹ: محمد مغیرہ رحیمی)

مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی نائب امیر سید محمد کفیل بخاری کا دورہ رحیم یار خان

نواسہ امیر شریعت سید محمد کفیل شاہ صاحب بخاری 16 جنوری کو جماعتی دورہ پر ملتان سے رحیم یار خان تشریف

لائے۔ 16 جنوری بروز جمعرات بعد نماز مغرب بستی قیصر چوہان میں درس قرآن کے اجتماع سے خطاب فرمایا اور بعد میں احرار کارکنان ومعززین علاقہ سے ملاقات کی۔ 17 جنوری کو جامع مسجد جامعہ قادریہ رحیم یار خان میں جمعہ کے اجتماع سے بیان فرمایا اور شام تک آپ واپس ملتان تشریف لے گئے۔

آپ دوبارہ 22 جنوری کو رحیم یار خان تشریف لائے۔ 22 جنوری بروز بدھ بعد نماز مغرب بستی درخواست میں احرار کارکنان سے ملاقات کی۔ 23 جنوری بروز جمعرات بعد نماز فجر جامع مسجد علی المرتضی چک 72 رحیم یار خان میں درس قرآن کے اجتماع سے خطاب فرمایا بعد نماز ظہر بستی خانواہ کی جامع مسجد میں درس قرآن دیا اور بعد نماز عصر بستی اسلام آباد میں احرار کارکنان سے ملاقات کی۔ بعد نماز مغرب بدلی شریف میں جام غلام سرور صاحب کے ڈیرہ پر مجلس ذکر کے بعد شرکاء سے خطاب فرمایا۔ 24 جنوری بروز جمعہ کو صبح 10 بجے بستی مولویان میں زیر تعمیر مرکز احرار جامع مسجد بخاری میں تشریف لائے اور دعا فرمائی اور بعد میں شہباز پور کی جامع مسجد بلال میں جمعہ کے اجتماع سے بیان فرمایا۔ بعد نماز مغرب مسجد المعمورہ صادق آباد میں کارکنان احرار سے ملاقات کی۔

25 جنوری بروز ہفتہ عباسیہ ٹاؤن رحیم یار خان میں سید ابراہیم شاہ صاحب کی رہائش گاہ پر احرار کارکنان سے ملاقات کی اور بعد نماز ظہر رحیم یار خان میں حافظ محمد ندیم صاحب کی رہائش گاہ پر پریس کانفرنس میں صحافیوں اور میڈیا کے نمائندوں سے گفتگو کی۔ بعد نماز مغرب بستی مولویان کے قریبی گاؤں بستی چاہ کھنڈو میں درس قرآن کے اجتماع سے بیان فرمایا اور بعد نماز عشاء آپ ملتان تشریف لے گئے۔ سید محمد کفیل شاہ صاحب بخاری کے رحیم یار خان کے جماعتی دورہ میں ڈاکٹر محمد آصف، مولوی یعقوب چوہان اور مولانا فقیر اللہ رحمانی صاحب، شاہ صاحب کے رفیق سفر ہے۔

لاہور (12 جنوری) ملی مجلس شرعی، جو سارے دینی مسالک کے علماء کرام کی ایک مشترکہ علمی مجلس ہے، اس کا ایک اجلاس زیر صدارت مولانا زاہد الراشدی (سیکرٹری جنرل پاکستان شریعہ کونسل) جامع مسجد خضریٰ سمن آباد لاہور میں مولانا عبدالرؤف فاروقی (جنرل سیکرٹری جمعیت علماء اسلام (س) کے زیر اہتمام منعقد ہوا۔ اجلاس میں مولانا سید محفوظ احمد مشہدی و مولانا محمد خان لغاری (جمعیت علماء پاکستان)، مولانا حافظ عبدالغفار روپڑی (جماعت اہل حدیث)، مولانا ملک عبدالرؤف (متحدہ علماء کونسل)، حافظ ساجد انور (نائب قیم جماعت اسلامی)، حافظ ڈاکٹر حسن مدنی (جامعہ لاہور الاسلامیہ)، مولانا غضنفر عزیز (جمعیت علماء اسلام (ف)، عبداللطیف خالد چیمہ (مجلس احرار اسلام)، مولانا قاری محمد قاسم و مولانا عبدالوھاب (جامعۃ القرآن، تنظیم اسلامی)، علامہ سبطین نقوی (جامعہ المنتظر)، پروفیسر ملک محمد حسین (تحریک اصلاحِ تعلیم)، مولانا ڈاکٹر سرفراز احمد (سابق ڈائریکٹر مذہبی امور ڈی ایچ اے)، ڈاکٹر محمد امین (سیکرٹری جنرل، ملی مجلس شرعی)، ڈاکٹر عبدالماجد ندیم اور دیگر علماء کرام نے شرکت فرمائی۔ پروفیسر ملک محمد حسین نے مجلس کو بریف کیا کہ مرکزی وزارت تعلیم نے حال ہی میں اس یکساں نصابِ تعلیم کے مسودہ کی پہلی قسط برائے پرائمری جماعتیں مشتہر کر دی ہے، جس کا تحریک انصاف عرصے سے اعلان کرتی آ رہی تھی اور یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ اس نصاب کی تدوین میں امریکی اور یورپی تنظیمیں پوری طرح سرگرم عمل ہیں اور تدوین کرنے والے پاکستانی ''ماہرین تعلیم'' (؟) نے اس نصاب کو اسلام اور نظریہ

پاکستان کی بجائے ہیومنزم اور سیکولرازم کی نظریاتی اساس پر مدون کیا ہے۔ نصاب سازوں نے ایک کتابچہ 'تعلیم اقدار' (Values Education) کے نام سے مرتب کیا ہے جو مغربی اقدار پر مبنی ہے اور ان مغربی اقدار ہی کو سارے نصاب میں سمویا گیا ہے۔ پہلی اور دوسری جماعت میں اسلامیات کی تدریس غائب کردی گئی ہے اور باقی جماعتوں میں اس کا نصاب بہت کمزور ہے۔ نیز اردو، انگریزی، معلوماتِ عامہ اور دوسرے مضامین میں اسلام کی بجائے مغربی فکر و تہذیب ہی کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ اسی طرح یہ پرائمری کا نصاب بنایا گیا ہے، اس طرح کا مڈل اور پھر ثانوی اور اعلیٰ ثانوی کے لیے بھی بنایا جائے گا (جسے اہل مدارس ثانویہ عامہ وخاصہ کہتے ہیں) اور یوں یہ نصاب دینی مدارس کو اور ان کے قائم کردہ سکولوں کو بھی قبول کرنا پڑے گا اور ان کے طالب علموں کو بھی پڑھنا پڑے گا۔ اس صورتِ حال کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نصاب مرتب کرنے والی کمیٹیوں میں دینی مدارس کے نمائندوں اور علماء کرام کو کوئی نمائندگی نہیں دی گئی۔ علماء کرام نے اس جدید نصاب کی تفصیلات معلوم ہونے کے بعد اس پر شدید تشویش کا اظہار کیا اور نصابی کمیٹیوں میں دینی مدارس اور علماء کے نمائندوں کو شامل کرنے کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے مجوزہ نصاب کے خلاف مہم چلانے کا اعلان کیا تاکہ اس نصاب کو مسترد کردیا جائے اور حکومت سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ اسلام اور نظریہ پاکستان کی بنیاد پر اس نصاب پر مکمل نظر ثانی کرے اور اس کی اصلاح کرے۔ علماء کرام نے مطالبہ کیا کہ علماء اور عوام کے اندر اس نصاب کے حوالے سے آگہی پیدا کرنے کے لیے تحریک اصلاحِ تعلیم کی مرتب کردہ رپورٹ اور علماء کرام کی رائے کی وسیع پیمانے پر تشہیر کی جائے، اس نصاب کے خلاف قرار دادیں پاس کرکے وزارت تعلیم کو بھجوائی جائیں، سیمینارز رکھے جائیں، کانفرنسیں منعقد کی جائیں اور حکومت کو باور کرایا جائے کہ پاکستان کی دینی جماعتیں اور عوام کسی غیر اسلامی نصاب کو قبول نہیں کریں گے۔ مجلس نے پروفیسر ملک محمد حسین، حافظ ڈاکٹر حسن مدنی، مولانا غضنفر عزیز اور ڈاکٹر محمد امین پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کی تاکہ حکومتی نصاب کے بارے میں ایک تفصیلی رپورٹ مرتب کرے اور اس حوالے سے صحیح اسلامی تعلیمات پر مبنی ایک متبادل نصابی خاکہ پیش کرے تاکہ وہ متعلقہ حکومتی اداروں اور عوامی حلقوں کو پیش کیا جاسکے۔ مجلس میں دینی مدارس کا مسئلہ بھی زیر بحث آیا۔ علماء کرام نے اس امر پر شدید تشویش کا اظہار کیا کہ مدارس کی رجسٹریشن میں روڑے اٹکائے جارہے ہیں اور بنکوں میں ان کو اکاؤنٹس کھولنے کی سہولت نہیں دی جارہی تاکہ حیلے بہانے مدارس کو بند کردیا جائے۔ نیز مدارس پر موجودہ مغرب زدہ جدید تعلیمی نظام کو زبردستی ٹھونسا جارہا ہے۔ علماء کرام نے مطالبہ کیا کہ مدارس کو عزت اور آزادی کے ساتھ کام کرنے کا موقع دیا جائے۔ صورتِ حال کی اصلاح کے لیے مجلس نے مولانا زاہد الراشدی، مولانا عبدالرؤف فاروقی، حافظ ساجد انور اور مولانا غضنفر عزیز پر مشتمل ایک کمیٹی بنانے کا اعلان کیا جو مدارس کے حالات پر غور کرنے کے بعد ایک وفد کی صورت میں سارے وفاقوں کے ذمہ داروں سے ملاقات کرے گی تاکہ دینی مدارس کے مسائل حل کرنے کے لیے موثر جدوجہد کی جاسکے۔ مولانا عبدالرؤف ملک صاحب کی دعا پر اجلاس کا اختتام ہوا۔

☆......☆......☆

مسافرانِ آخرت

حضرت مولانا فداء الرحمٰن درخواستی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ الحدیث حضرت مولانا عبد اللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین اور پاکستان شریعت کونسل کے امیر حضرت مولانا فداء الرحمٰن درخواستی 30 دسمبر 2019 کو اسلام آباد میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مولانا فداء الرحمٰن درخواستی ایک متبحر عالم دین اور حسن اخلاق کا پیکر تھے۔ انہوں نے اپنے والد ماجد کی قیادت میں جمعیت علما اسلام میں ایک فعال رہنما کی حیثیت سے کام کیا اور جمعیت کے ٹکٹ پر الیکشن میں بھی حصہ لیا۔ کراچی میں ایک معیاری مدرسہ جامعہ انوار القرآن قائم کیا۔ ایک عرصہ سے سیاسی سرگرمیوں سے کنارہ کشی کر کے پاکستان شریعت کونسل سے وابستہ تھے، درس وتدریس اور اصلاح وارشاد کے ساتھ ساتھ شریعت کونسل کے امیر کی حیثیت سے انتہائی زیرک، فہیم ومدبر اور خلیق بزرگ تھے۔ انھوں نے اپنے عظیم والد ماجد حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کی مسند علم وتصوف کی لاج رکھی، پاسداری کی اور جانشینی کا حق ادا کیا۔ ہزاروں لوگوں نے اُن کے علم وعمل سے فیض پایا۔ حقیقتاً وہ اپنے خاندان اور علماء کی آبرو تھے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہٗ نے پاکستان شریعت کونسل کے فورم سے حضرت درخواستی کی صلاحیتوں اور دعاؤں سے خوب استفادہ کیا اور سیکڑوں دینی کارکنوں کو حضرت مرحوم کے علمی وروحانی کمالات سے استفادے کا موقع فراہم کیا۔ راقم کو حضرت کی نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ کی تدفین خانقاہ دین پور شریف کے عظیم قبرستان میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ، حضرت مولانا کے درجات بلند فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں۔ برادران خصوصاً حضرت مولانا فضل الرحمٰن درخواستی، حضرت مولانا مطیع الرحمٰن، مولانا خلیل الرحمٰن، آپ کے فرزندان اور خاندانِ درخواستی کے تمام حضرات کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے۔

☆ مجلس احرار اسلام ملتان کے کارکن محمد اشفاق کے والد محمد مشتاق مرحوم۔ انتقال: 21 جنوری 2020ء

☆ مدرسہ معمورہ ملتان کے کارکن حافظ شفیق الرحمٰن کے بھائی محمد منصور مرحوم۔ انتقال: 20 جنوری 2020ء

☆ مولانا محمد طلحہ، مولانا محمد طٰہٰ (صادق آباد) کی ہمشیر اور مفتی محمد معاویہ کی پھوپھی مرحومہ۔ انتقال: 20 جنوری

☆ مجلس احرار اسلام اوکاڑہ کے کارکن مرزا ہمایوں بیگ، مرزا نعیم بیگ کی والدہ۔ انتقال: 14 جنوری

☆ مدرسہ معمورہ ملتان کے مدرس مفتی عبدالمتین کی تائی اور مجلس احرار گڑھاموڑ کے امیر ماسٹر محمد اقبال کی بھابھی۔ انتقال: 2 جنوری

☆ مولانا سید محمد امین شاہ (مخدوم پور) رحمہ اللہ کی بیٹی، مولانا سید محمد یعقوب عابد رحمہ اللہ کی اہلیہ، معروف نعت خواں سید عزیز الرحمان شاہ (جہانیاں) کی والدہ اور مولانا سید معاویہ امجد شاہ (مخدوم پور) کی ہمشیر۔ انتقال: 16 جنوری

☆ مدرسہ معمورہ ملتان کے مدرس مولانا محمد زاہد کے والد کی پھوپھی صاحبہ۔ انتقال: 17 جنوری

☆ مدرسہ معمورہ ملتان کے سابق مدرس مفتی عمر فاروق کے والد حافظ محمد صادق مرحوم۔ انتقال: 11 جنوری

☆ محمد ریاض (الیکٹریشن) ملتان کے والد۔ انتقال: 18 دسمبر 2019

☆ مجلس احرار اسلام ملتان کے معاون اور ہمارے دوست محمد سہیل مرحوم (المکہ گرافکس ملتان) کے والد۔ 27 دسمبر 2019 اپنے والد محترم کے انتقال کے محض پندرہ دن بعد خود سہیل بھائی بھی دنیا سے رخصت ہوئے۔ محمد سہیل مرحوم انتقال: 13 جنوری

☆ ملک عبدالشکور (گجر کھڈا ملتان) کے بڑے بھائی ملک حافظ عبدالرزاق مرحوم، انتقال: 10 جنوری

☆ جمعیت علماء اسلام پنجاب کے رکن مجلس شوریٰ حافظ محمد عمر شیخ (ملتان) کے بہنوئی حاجی محمد سرور: انتقال 13 جنوری

☆ مدرس حرم مکی حضرت مولانا محمد مکی حجازی دامت برکاتہم کی ہمشیر، انتقال مکہ مکرمہ، 22 جنوری

☆ تبلیغی مرکز رائے ونڈ کے سابق امام مولانا جمیل صاحب رحمہ اللہ کی اہلیہ اور مولانا احمد جمیل کی والدہ، انتقال: 22 جنوری

☆ مولانا مفتی عبدالقدوس ابوصہیب رومی رحمہ اللہ کے بھائی، مولانا مجد القدوس خبیب رومی مدظلہٗ (صدر مفتی مدرسہ عربیہ مظاہر علوم سہارنپور) کے چچا حضرت مولانا مفتی عبدالعلیم عیسیٰ رحمہ اللہ (سابق امام جامع مسجد و مفتی شہر فیروز آباد انڈیا) 18 جمادی الاولیٰ 1441 مطابق 14 جنوری کو فیروز آباد میں انتقال کر گئے۔

☆ مجلس احرار اسلام سیالکوٹ کے کارکن حکیم محمد ادریس عمر کی والدہ مرحومہ۔ انتقال: 5 جنوری

☆ مجلس احرار اسلام کلروالی ضلع مظفر گڑھ کے کارکن حافظ محمد معاویہ کے بھانجے، حافظ عبدالمجید (کراچی) کے بھائی اور قاری عبدالکریم رحیمی کے فرزند حافظ محمد زاہد شہید۔ شہادت: 15 جنوری

☆ ممتاز ماہرِ تعلیم اور دانش ور جناب سید خالد جامعی (جامعہ کراچی) کے بڑے بھائی جناب ڈاکٹر سید عمر ناظم صاحب کا امریکہ میں انتقال: 25 جنوری

☆ مجلس احرار کے کارکن چوہدری ثاقب افتخار کے کزن اور محمد عاصم چیمہ کے بھائی، محمد فرقان چیمہ۔ انتقال: 21 جنوری

☆ شیخ زاہد شامی (لاہور) کے بھائی شیخ شاہد شامی، وفات: 28 دسمبر 2019

☆ چوہدری محمد بابر اور چوہدری محمد زمان (لاہور) کے والد چوہدری احمد رضا، وفات: 29 دسمبر 2019

☆ محمد منشا خان (میانوالی) کے صاحبزادے عبدالاحد خان، وفات: 4 جنوری 2020

☆ ممتاز ماہر تعلیم راجہ سرور سلہریا (پنڈ دادن خان) کی والدہ محترمہ، وفات: 8 جنوری

☆ حکیم محمد اقبال (لاہور) کے صاحبزادے، حکیم جابر اقبال کے بھائی رضوان اقبال، وفات: 8 جنوری

☆ مدرسہ معمورہ ملتان کے سابق طالب علم اور معاون بھائی طاہر نثار کے والد جناب نثار احمد، وفات: 25 جنوری

☆ مجلس احرار گڑھا موڑ کے قدیم احرار کارکن حافظ گوہر علی کے استاد حافظ رحمت علی مرحوم (سابق استاد جامعہ عربیہ

اسلامیہ بورے والہ) انتقال: 9 جنوری

☆ چیچہ وطنی کے قدیم اور قابل احترام استاد چودھری (ماسٹر) محمد اسلم طویل علالت کے بعد 24 نومبر کو انتقال کر گئے۔

☆ چیچہ وطنی تحریک طلباء اسلام پاکستان کے بانی ناظم اعلیٰ پروفیسر محمد عباس نجمی مرحوم، پروفیسر محمد عاصم اور محمد عامر وینس کے بہنوئی ذوالفقار احمد وینس (چک نمبر 12-44 ایل) 28 دسمبر کو انتقال کر گئے۔ مرحوم دار العلوم ختم نبوت چیچہ وطنی کے مستقل معاون تھے۔

☆ مجلس احرار سیالکوٹ کے معاون جناب عبدالرشید مرحوم، انتقال: 12 جنوری، گزشتہ سال انھوں نے اپنا مکان مسجد کے لیے وقف کر کے مجلس احرارِ اسلام سپرد کیا۔ مسجد تعمیر جاری ہے۔

☆ مدرسہ معمورہ ملتان کے معاون قاری محمد شریف صاحب کے بہنوئی کے والد شیر محمد مرحوم، انتقال: 13 جنوری

☆ مولانا قاری غلام مصطفیٰ رحمہ اللہ، حضرت مولانا قاری قیام الدین (للٰہ) اور محترم قاری عبدالرحمٰن رحیمی (ملتان) کے بڑے بھائی۔ انتقال: 13 جنوری

☆ راؤ شاہد رشید (بانی زاویہ ٹرسٹ لاہور) کے والد محترم راؤ عبدالرشید، انتقال: 11 جنوری

☆ مجلس احرار اسلام تلہ گنگ کے کارکن چودھری عنایت اللہ کے بھائی چودھری توقیر احمد۔ انتقال: 23 جنوری

☆ مجلس احرار اسلام کے سابق رہنما حافظ محمد اکبر رحمہ اللہ (رحیم یار خان) کے بھائی غلام محمد مرحوم

☆ شیخ التفسیر مولانا منظور احمد نعمانی (ظاہر پیر) کی اہلیہ مرحومہ ☆ حضرت مولانا عبدالمنان رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مدینہ منورہ

☆ حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی، مولانا عزیز احمد بہلوی کی ہمشیر، مفتی محمد احمد (جامعہ اشرفیہ مان کوٹ) کی خالہ، جناب شفیق الرحمٰن کی والدہ اور مجلس احرارِ اسلام شجاع آباد کے امیر مولانا جمیل الرحمٰن بہلوی کی پھوپھی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا۔ انتقال: 16 جنوری

☆ حضرت مولانا عبدالقیوم ملتانی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ۔ انتقال مدینہ منورہ 26 دسمبر 2019ء، تدفین جنت البقیع، (محترم حافظ محمد اسحٰق (ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان) اور محترم قاری محمد لقمان (سرپرست مجلس احرار یونٹ مسجد باب رحمت ملتان) کے والد ماجد

☆ حضرت میاں عبدالہادی دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی اور حضرت میاں مسعود احمد دین پوری مدظلہٗ کی پھوپھی، میاں صلاح الدین اور میاں رفیع الدین کی والدہ رحمۃ اللہ علیہا، انتقال: 3 جنوری

اللہ تعالیٰ سب مرحومین کی مغفرت فرمائے، حسنات قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔ پسماندگان کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے۔ آمین

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجلسِ احرارِ اسلام لاہور کے زیرِ اہتمام

بیاد شہداءِ تحریک مقدس تحفظِ ختمِ نبوت 1953ء

بتاریخ
15 مارچ
2020
اتوار
بعد نمازِ مغرب

زیرِ سرپرستی
ابن امیر شریعت
حضرت مولانا پیر جی
سید عطاء المہیمن شاہ بخاری
دامت برکاتہم العالیہ
امیرِ مجلس احرار اسلام پاکستان

بمقام
ایوان احرار
69-C
نیو مسلم ٹاؤن
وحدت روڈ لاہور

تاریخ ساز

عظیم الشان تحفظِ ختمِ نبوۃ کانفرنس

سیاسی جماعتوں کے راہنما
ممتاز علماءِ کرام و مشائخِ عظام
دینی جماعتوں کے قائدین، دانشور اور زعمائے ملت
** خطاب فرمائیں گے **

شمع ختمِ نبوت کے پروانوں سے
شرکت کی درخواست ہے

کانفرنس میں تشریف لا کر
اپنا دینی فریضہ ادا کریں۔

برائے رابطہ
0300-4240910
0300-4037315
042-35912644

الداعی الی الخیر: تحریک تحفظِ ختمِ نبوت شعبہ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام لاہور

ڈیزائننگ: محمد اسامہ 0305-5395681 0300-4037315

آیئے! اللہ تعالیٰ سے دعا کے ساتھ سود اور سودی قرض کے خلاف جنگ کا آغاز کریں!

ادائیگی قرض کی دعائیں

۱) ...... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غلام نے عرض کیا میں اپنے آقا کو رقم ادا کر کے جلدی آزادی چاہتا ہوں۔ آپ میری مدد فرمائیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں تجھے دو کلمے سکھلا دیتا ہوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھلائے تھے۔ اگر تجھ پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا اللہ تعالیٰ ادا کر دے گا۔ وہ کلمات یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

''الٰہی! حاجتیں پوری کر میری حلال روزی سے اور بچا حرام سے اور بے پروا کر دے مجھ کو اپنے فضل کے ساتھ اپنے ماسوا سے۔'' (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

۲)...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مقروض ہو گیا تھا۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں وہ کلام سکھلا دیتا ہوں کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تیرا غم دور اور قرض ادا کر دے گا، صبح و شام یہ دعا پڑھا کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسْلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ۔

''اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں فکر و غم سے اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں ناتوانی اور سستی سے اور بچاؤ چاہتا ہوں آپکے ساتھ بخل اور بزدلی سے اور پناہ میں آتا ہوں آپ کی قرض کے غلبے اور لوگوں کے سخت دباؤ سے۔'' (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

مرتبہ مولانا محمد امین مرحوم معلم اسلامیات، فیصل آباد

دعاؤں کے طالب

CARE PHARMACY

کیئر فارمیسی

Trusted Medicine Super Stores

24 گھنٹے سروس

اصلی اور معیاری ادویات کے مراکز

Head Office: Canal View, Lahore

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ!

فیصل آباد میں 13 برانچز کے بعد اب 11 شہروں جڑانوالہ، ننکانہ صاحب، شاہکوٹ، کھرڑیانوالہ، سانگلہ ہل، چک جھمرہ، چنیوٹ، جھنگ، گوجرہ، سمندری، تاندلیانوالہ

آپ کی خدمت کے لیے 24 گھنٹے سروس